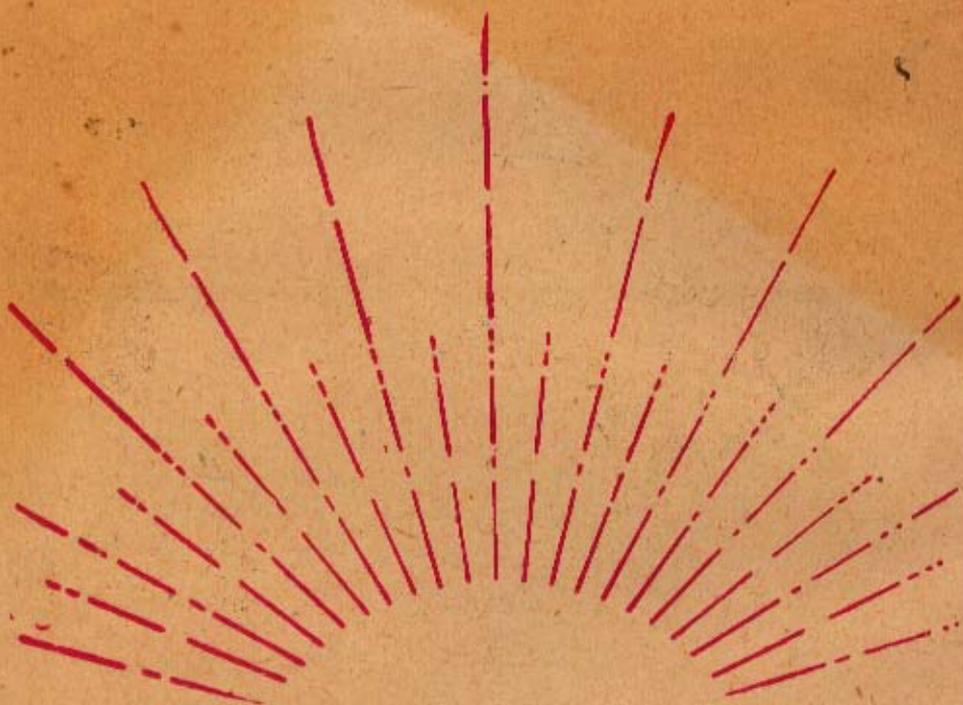


ماہنامہ
بجلی
دیوبند



ایڈیٹر۔ عام عثمانی (فاضل دیوبند)

Annual Rs.7

62 N.P.

دیہاتی معالج

وین تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ تقریباً ہر کسی کو بڑیاں اور چرس
 ایسی ہیں جو عام طور پر پرکار اور ہر گھرانے میں پائی جاتی ہیں اور جو بڑے سمورے
 کے ساتھ عام استعمال کی جاتی ہیں جن سے ان کی نرسہ نرسہ کی بیماریوں کا علاج
 ہو سکتا ہے۔ ان تحقیقات کے جملہ نتیجے زمانہ سے ہی ان میں پیش کیے گئے ہیں۔
 یہ کتاب ڈاکٹروں میں ہے۔ اس میں صحت کے عام اصولوں کو
 مسائل اور ان کے ذریعہ اور بیماریات میں عام طور پر پائی جانے والی ۳۳
 روغن اور چرسوں کا تذکرہ ہے۔

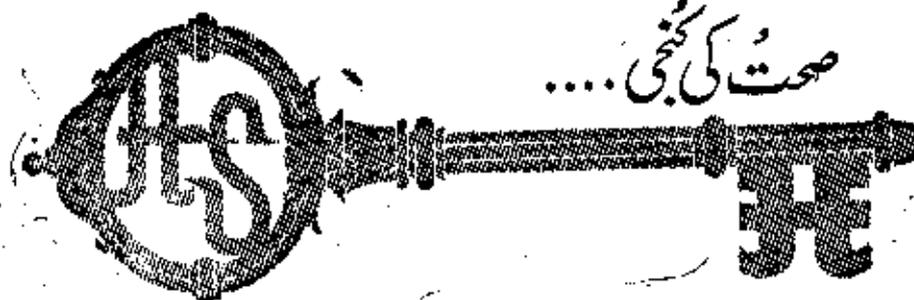
مقدور و مخصوص اتفاقی حادثات اور بیماریوں کے علاج سے متعلق ہے
 اس میں ۱۰۰ اتفاقی حادثات اور ۱۰۰ بیماریوں کا حال اور ان کا علاج ۶۰ سے
 زیادہ تصاویر کے ساتھ نہایت آسان انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ آخر میں ایک
 اہم باب کے ذریعہ بعض روغن اور قضاوں کے بنانے کا طریقہ درج ہے۔



ہمدرد ذواخانہ (دقت)
 لدھی — کانپور — پٹنہ

دیہاتی معالج
 اردو، ہندی اور انگریزی
 تینوں زبانوں میں موجود ہے
 قیمت: نصف نال تین روپے
 صحت دہم اٹھارہ روپے
 طورہ کھول کر دیکھو

صحت کی کنجی....



زندہ رہنے کا ایک ڈمک ہے، ایک سلیقہ ہے اور جب انسان
 اسے کھولتا ہے تو صحت کی کنجی اس کے ہاتھ آجاتی ہے۔
 ماہنامہ ہمدرد صحت دہلی
 آپ کو بہتر زندگی بسر کرنے کا طریقہ بتاتا ہے اور کئی سماجی اور پیش
 مشکلات کا حل پیش کرتا ہے، آپ اسے ہوش دل چسپ پائیں گے۔

موزہ وقت طلب فرمائیے
 سالانہ قیمت چار روپے

اپنی اور اپنے خاندان کی
 صحت کے لیے
ہمدرد صحت
 کا مطالعہ کیجیے



ہمدرد ماہنامہ ہمدرد صحت۔ لال کنواں۔ لدھی

پہلے پتہ: پٹنہ، بنگالہ اور مشرق وسطیٰ

ہر انگریزی مہینے کے پہلے دن سے شروع ہوتا ہے
 سالانہ قیمت سائیکل (۱) پڑھنا باسٹھ پیسے
 غیر ممالک کے سالانہ قیمت ایک پونڈ اور آرڈر
 پوسٹل آرڈر پر چھ لکھنے پر وہ رکھئے

دیوبند شمارہ نمبر

تجلی

جلد نمبر ۱۶

فہرست مضامین مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۶۲ء



اشیاء ضروری

۴	عام عثمانی	آغاز سخن
۸	"بیستات"	فیہ حسرت!
۱۱	غلام السیدین	انسان کا حق
۲۷	الطاف حسن قریشی	جشن محبوب مرشد
۳۵	"المنبر"	قادیانیت کی جھلکیاں
۴۹	امین امجد شیر	شگفتہ شگفتہ
۵۳	طاہر ابن العربی	سجدہ سجدے تک

اگر اس اوپر والے دائرے میں سب سے پہلے
 ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پر سب سے پہلے آپ کی خریداری تم سے
 یا تو سب سے پہلے سالانہ قیمت سب سے پہلے یا وہی کی اجازت
 دیں۔ آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہو تب بھی اطلاع
 دیں۔ خاموشی کی صورت میں اگلا پیرہ دی جی سے
 بھیجا جائے گا جسے وصول کرنا آپ کا افسانہ ہی ہوگا۔
 وہی جی سات روپے ترہیے کا ہو گا یا سب سے پہلے آرڈر بھیج کر
 آپ وہی جی سے نکل جائیں گے۔

پاکستانی حضرات

ہمارے پاکستانی پتہ پر چند بھیج کر رسید سنی آرڈر اور اپنا
 نام اور گلی پتہ بھیج دیں۔ رسالہ جاری ہو جائے گا۔

پاکستان کا پتہ:۔ مکتبہ عثمانیہ ۲۸ مینا بازار

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

پیر الہی بخش کالونی۔ کراچی (پاکستان)

دفتر تجلی۔ دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔ پی)



مندرجہ بالا پتہ پر سنی آرڈر بھیج کر وہ
 رسید میں بھیج دیں جو سنی آرڈر کئے
 وقت ڈاک خانہ سے ملتی ہے۔ منبر

عام عثمانی پرنٹر پبلشر "نیشنل پرنٹنگ
 پریس ڈیوبند" سے چھپوا کر اپنے دفتر تجلی
 دیوبند سے شائع کیا

عام عثمانی

آغاز سخن

بھٹے تجویز کے مطابق الشیوخ و ائمتہ کی شکل میں ملنے ہے۔ جو سکتا ہے کہ کج صاحب تجلی کی اپنی ہی وضع قطع اور چہرے بھٹے کے شدت سے گرویدہ ہیں انہیں یہ شمارہ کھل جانے لگیں انہیں اس فائدہ کو نظر انداز نہیں کیا چاہئے کہ چند ماہ سے پچھ کی محاضری میں تھوڑی سی تاخیر مل رہی تھی وہ اس ترکیب سے محم ہونے لگی ہے اور افتاء و اشعار ہر شمارہ اپنے ٹھیک وقت پر زینت لگتا ہوتا رہے گا۔

ویسے بھرتی کی چیزوں سے ہم نے ادراک سیاہ نہیں کئے ہیں بلکہ پڑھ کر دیکھئے بہت کام کی چیزیں آپ کو ملیں گی مسجد سے بیخانے تک تو تازہ ہی ہے۔ اس کالم کے بارے میں آج ہم چند الفاظ کہنا چاہتے ہیں بعض قارئین لبا و آقا سمجھ نہیں پاتے کہ ملائین العرب ایسی عامیانہ اور ثقافت سے بھر پور نہیں کیوں کر جاتا ہے جن کا دین و ملت کوئی بوز نہیں اور وہ کسی علمی قسم کے، دینی پے ہی میں موزوں ہو سکتی ہیں۔ اگر حضرات سے ادب کے ساتھ گزارش کے طرز و مزاج ایک لطیف و نازک قسم کا فن ہے۔ اس میں اگر سنجیدہ مضامین کی طرح دو اور دو چاد قسم کی باتیں بھی جائیں یا خطبہ و وعظ کا اثر اختیار کیا جائے تو طرز و مزاج کی بجائے اسے کچھ اور کہنا پڑیگا یہ فن تو عبارت ہی ایسی اشارت و کنایت سے ہے جو برقی مد بگر اس طرح پڑھنے والے کی نفسیات میں اثر پڑے کہ اسے محسوس بھی نہ ہو اور اس کے قلب و ذہن کے ایک ایک شریان میں یہ بہو مگر دوڑنے لگے۔ آپ قالب اور لباس پر نہ جلیئے ان اثرات کو دیکھئے جو اس کالم کے نوع و نوع شذر سے ذہن قلب پر ڈالتے ہیں۔ مثلاً شریعت قہوری ملا کا خاص ہدف ہے ہونا بھی چاہئے۔ اس طبع و ادب شریعت سے بڑھ کر اسلام کو رسوا کرنے اور امت مسلمہ کو ناکارہ بنانے والی کوئی شے نہیں

تجلی کا مدبر اس کا رد دلائل سے کرتا ہے لیکن حلا نصیبی گر استعمال کر رہا ہے وہ دوسروں کو مجرم نہیں کہتا بلکہ خود مجرم بناتا ہے۔ وہ دوسروں کے شفعین چھوڑوں اور گراہت انگریز ناسوروں پر ناک بھوں نہیں پڑھاتا بلکہ خود اپنے جسم پر سیکڑا کے فن سے کام لے کر نہایت غلبہ پھوڑے اور گھناؤنے ناسو بنا تا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ دیکھو میں کیسا لگتا ہوں! آپ جاننے لگی ہیں انسان اپنے عیوب محسوس نہیں کرتا مگر جب ہی عیوب دوسروں میں نظر آتے ہیں تو وہ بلاستاس بن جاتا ہے اسی مزاج کو مٹانے سمجھا اور محمد فن بنایا ہے۔ علاوہ اس کے وہ ان لوگوں کو بھی چھوڑتا ہے جو خود بے نہیں ہیں مگر اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی برائیوں کو بخوشی برداشت کر رہے ہیں۔ یا تو انہیں برائیوں کا احساس ہی نہیں ہے یا احساس ہے مگر ضرورت کم۔ انہیں چھوڑنا اور جھکا نا بھی ایک خدمت اور ضرورت ہی ہے ماہ گذشتہ ہی کا پہلا فکاہ میرے لیے جس کا عنوان تھوڑا تھا مسد کشمیر کے سلسلہ میں بعض مسلمانوں کی وطن پرستی اور مختلف زاویوں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے ان میں سے ایک غیر سنجیدہ اور گھٹیا زاویے کی نشاندہی کر کے ملانے احساس دلائے کی کوشش کی ہے کہ سلسلہ کشمیر کی سیاسی حیثیت جو کچھ بھی ہو گات اور حمایت و تحفظ انداز میں کرنی چاہئے غلاموں اور کنش فراہم کی طرح جی ضروری کے اسلوب میں نہیں۔ نیز اپنی دناواری کے ثبوت میں اسلام کے مسلک اصول و عقائد سے انحراف نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ پنڈت نہرو کا جسرہ نصب کرنے کی تجویز پیش کرنے والوں نے کیا۔

خیر مضمون تو اس دکائیے کا صاف تھا جس سے شاید ہی کسی حق پسند کو اختلاف ہو لیکن تمہید میں جو ملانے اردن قسم کی بازاری فحوی اور عرس وغیرہ کی جھلکیاں دکھائی ہیں

وہ یقیناً ایسی ہیں کہ بظاہر تختی جیسے پرچے سے ان کا کوئی جوڑ نہیں۔ سیدھے سچے قسم کے تاریکین تو یہاں تک متعجب اور کبیدہ خاطر ہو سکتے ہیں کہ ممکن ہے آئندہ سے تختی پڑھنا ہی بند کر دیں۔ پہلے بھی بعض نیک لوگوں نے ایسے ہی عزم کا اظہار کیا ہے۔ مگر دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کیا ہمارے ارد گرد۔

ہندو پاک دونوں میں قبوری شریعت کے متوالوں کی کئی تصویق اس مادی کھینچی ہوئی تصویر سے مختلف ہے، کیا دین کو ایسا چلنا چاہئے نہیں بنانا گیا ہے جسکی ہڈیاں ملائکے یہاں نظر آتی رہتی ہیں۔ اگر کاغذی ہڈیاں ہی آپ کو مقبض اور بیزار کر سکتی ہیں تو عمل کے آئینے پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ تو اس ہی بدتر اور گھٹاؤنا ہے۔ اس سے بیزاری کا بھرپور مظاہرہ کیجئے۔ ہم اور آپ زید اور طلحہ اگر اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے دائروں میں لگن اور مستقل مزاجی کے ساتھ مسلسل سعی اصلاح کرنے رہیں تو یقیناً ہے کہ اس کا فائدہ نہ ہو۔ ہوا اور پانی میں گھٹی ہوئی میت کے اثر سے معاشرے کو بچانا اگرچہ سخت مشکل ہے لیکن ہماری جدوجہد کا کہہ سکتے ہیں اتنا فائدہ تو ضرور ہو گا کہ اگر کوئی فائدہ پہنچتی ہے تو دین سمجھنے والے بد نصیبوں کی تعداد میں اضافہ اس تیزی سے نہیں ہوگا جس سے اب ہو رہا ہے۔ ہماری مایوسی جو رفتہ رفتہ اتنا موٹو نیم رضا کا مصداق بنتی جا رہی ہے بجائے خود ایک ہرم ہے اور دین کے نام پر شرک و زندقہ اور ہود کا بازار گرم سے گرم تر ہوتا جا رہا ہے۔ آپ نے سنا ہو گا پاکستان میں تو اس سال عید میلاد النبی کے ذیل میں روزِ رسول کے ماڈل بھی بنے کیے کا اٹیٹیچیو بھی بنا۔ گویا ڈٹ کر بت سازی ہوئی۔ پھر تختی پڑھنے والوں اور بولوں پر گانا بجانا تو معمولات زندگی میں داخل ہو چکا ہے۔ یہاں تک نوبت ہی نہیں پہنچی کہ اہل حق نے باطل کو برداشت کرنے کی عادت ڈال لی ہے۔ بے حیثی کا نام رواداری رکھ لیا ہے۔ بے عملی کہ اس پسندی کے عنوان سے زینت دی ہے۔ حال ہی رہا تو نوبت اور آگے پیچھے کی۔ یہ بندگانِ توحید شرک و سیاہ کاری کے اور کچھ ننگے ناطق ناچیں گے۔ نام مسلمانوں ہی جیسے رہیں گے مگر خباثت و دنائت کی کوئی وادی کھوندے بغیر نہیں ہونگا

مسائے کو عذاب الہی۔ جو قدرتی طور پر کئی شکلوں میں آج بھی ہر طرف سنڈ لارہ ہے ایک سیل شد و تیز، ایک طوفان قیامت خیز، ایک زلزلہ اور کھونچال، مگر اس طرح ٹوٹے گا کہ تسبیح اور زنا، علمائے اور تہذیبی دارمہیاں اور انگریزی بان علم اور جہالت سب ایک بادل ہو جائیں گے۔ کوئی نہیں بچے گا۔ خدا رحم و کرم ضرور ہے مگر تہذیب و تمدن بھی ہے۔ آئندہ کب تک برداشت کرنے کا کئی گلی گلی سڑک ٹرک توحید کا مذاق اڑے دین کا شہر ہو آیات ربانی کو سمجھ چڑائے جائیں اور عباد و زہاد و علماء و اقیاد و چین کی بھری بجائے ہوں۔ صد ہے دیوبند تک سے پیران کھیر کے عرس میں ہر سال صد ہا۔ بلا ماہِ نومبر ہا لوگ جاتے ہیں اور اس مرکز علوم حقانیہ میں کوئی نہیں جو سال میں ایک ہی بار جمع لگا کر کہدے کہ اسے لوگو یہ بدعت و مصیبت ہے اس سے پرہیز کر دو۔

بات کہاں سے چل کر کہاں پہنچی۔ کہہ یہ رہے تھے کہ ”مسجد سے بیٹھے تک“ کے کالم سے بعض نیک دلوں کی وحشت اور کبیدگی سادہ لوحی رہنمی ہے ورنہ اس کالم کی معنوی افادیت اور انگریزی شک سے بالاتر ہے چل ملا اور تختی ردیف و قافیہ ہیں۔ موسست ہی ان میں سے کبھی ایک کو اچک لے جائے تو مجبوری ہے ورنہ یہ ساتھ بیٹھیں گے اور شاید ساتھ ہی ایک قبر میں دفن ہوں گے۔

وَاللّٰہُ نَزَّجَعُ الْاُمُوْسَ۔

ایک ہی اسکیم

یہ تو ہم گذشتہ ماہ بتا ہی چکے ہیں کہ الحمد للہ تختی اپنے پیروں پر کھڑا ہے اور ایسی کئی گذری حالت میں نہیں ہے کہ اس پر ترس کھایا جائے۔ لیکن اس پیرا کی روشنی کو مزید پھیلانے کی خاطر فریدار سازی کی اپیل ہے سنی نہیں تھی۔ وہ اپیل اپنی جگہ ہے مگر اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور اسکیم احتیاج کے سامنے رکھیں۔ ضروری اس لئے معلوم ہوتا

ہماری اسکیم میں شامل نہیں ہے شاید اس موقع پر ہمارے غائب
 واقفین ہماری عمر بھی پوچھیں۔ تو عرض ہے کہ احمد بتر ابھی
 ہمارے پاؤں قبر میں نہیں ٹپکے ہیں۔ ہمیں کوئی داد ادا کرنا
 کہنے والا نہیں ہے ہم ابھی پچاس سال بھی جیسے تو کوئی حیرت
 سے یہ نہ کہہ سکے گا کہ دیوبند میں ایک شخص سو سال کا بھی رستا
 ہے۔ گویا تجھنے ادا امید کا جہاں تک تعلق ہے تجلی مزید پچاس
 سال بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ اب اگر اس خطرے کو نظر انداز
 کر سکیں کہ مددِ تجلی کل بھی مر سکتا ہے تو سو روپے کی نامی خریداری
 قبول فرمائیے۔ سو روپے ہم نے ڈرتے ڈرتے رکھے ہیں وہ
 خیال کچھ زیادہ کا قفلہ زیادہ میں قناعت یہ ہے کہ کم ہی لوگ
 اس کے شعل ہو سکیں گے۔ سو بھی غنیمت ہی ہیں۔ اگر کسی
 زیادہ ہی بھیجے ہوں تو وہ ایک سے زائد روپے جاری کر سکتا
 ہے۔ یہ عور سے سن لیجئے کہ موت و حیات کی بات تعریفی نہیں
 کئی گئی بلکہ سنجیدگی کے ساتھ عرض کیا جاتا ہے کہ دائمی خریداری
 کے پیسوں کا واپس نہ ہونا تجویزی میں شامل ہے۔ اسے دن
 سے قبول کر کے ہی آپ ٹیک ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہرگز ٹیک
 نہ کہنی چاہئے کہ اگر عام کل پر سوں یا سال دو سال بعد
 مرحلے تو وہ دل ہی دل میں کڑھا کریں کہ دیکھو کجنت ہمارے
 سو روپے ہضم کر کے چلتا بنا۔ دائمی خریداری کا معاملہ پورے زندگی
 جیسا نہیں ہے۔ یہ تو جاننا اور شریفانہ نوع کی ایک اعانتی بندہ
 تجلی کی ڈاک ٹکا عمرگی کے ساتھ کتابی شکل میں آجاتا اور کئی
 کے اشاعتی کام کا فروغ پانا جسے ہمہ دل سے پسند ہو وہ حصے
 جسے پسند نہ ہو یا پسند ہو مگر اندیشے کے ساتھ وہ بالکل حصہ نہ
 لے۔ ہم آخر اپنی یا تجلی کی زندگی کی ضمانت کیسے لے سکتے ہیں
 ویسے اگر تجلی سے حقیقتہً دین و ملت کو فائدہ پہنچا رہے تو کس
 یتفقہ الناس یتبعک فی الاشراف کے ہمارے اس کی
 طول عمری کا یقین رکھنا چاہئے۔

ہے کہ تجلی کی ڈاکٹور جوید سے جلد کتابی شکل میں لانے کا
 فیصلہ کیا گیا ہے ارادہ تو عمدہ ہرگز سے تھا اور خواہش ظاہر کرنے
 والے احباب کو تو فرمایا جواب دیا گیا کہ انشاء اللہ جلد یہ کام
 ہو کر رہے گا مگر ارادے کی تکمیل کا راستہ نہ نکل سکا اور سال پر
 سال یونہی گزرتے چلے گئے اب ہم سوچ رہے ہیں کہ خدا جانے
 کب موت آجائے اور یہ بھی تجلی تقریروں کا یہ ذخیرہ بس پچھ
 دب کر رہ جائے۔ ہمیں پھر اللہ اپنے بارے میں کوئی غلطی
 نہیں۔ یہ تقریریں عمل و کلمہ کا گنجینہ نہیں ہیں نہ ان کو شکر
 کرنے والا کوئی بڑا عالم ہے۔ البتہ ان پر محنت بڑے خصوص سے
 کی گئی ہے اور ان کی رگ رگ میں ایک ایسے شخص کا خون بھر
 شامل ہے جو خدا کے سوا کسی سے عز و کمال نہیں۔ اسی لئے
 توقع ہے کہ ان کا مکتوب اور منظم ہو کر کتابی شکل میں آجائے
 انشاء اللہ رفاہ عام کا باعث ہو گا۔ بارہا تو دل میں یہ خیال
 بھی آیا کہ جب اس کام کو شایان شان طور پر انجام دینے
 کے لئے کافی وسائل مہیا نہیں تو جیکے ہو بیچھو تم کو لئے ٹھیکے دار
 ہو۔ مگر کھپ جاؤ گے تو کوئی نہ کوئی کتاب بھاپ ہی لے گا۔
 مگر اب سوچتے ہیں کہ مگر کھپ گئے تو نظر ثانی کون کرے گا۔
 نظر ثانی کے بغیر اس کا چھینا نہیں پسند نہیں لہذا بہتر ہی معلوم
 ہوتا ہے کہ اپنی حیات ہی میں بھاپ لیں۔

مگر بھاپ کیسے لیں۔ ہزار باجی سو سے گاڑی نہیں
 چلتی اور دس بیس ہزار جمع نہیں ہیں خوشنما صورت یہ خیال
 میں آئی ہے کہ ایک خانہ دائمی خریداری کا کھولا جائے۔ دائمی
 خریداری سے مراد یہ ہے کہ جو حضرات تجلی کی افادیت سے
 مطمئن ہیں اور اللہ نے انھیں مالی گنجائش بھی دی ہے وہ
 بجائے سالانہ چندے کے ایک ہی بار سو روپے بھجویں۔ یہ گویا
 ایک چھینی چندہ ہو گا زندگی بھر کے لئے۔ خود ان کی زندگی
 نہیں بلکہ تجلی کی زندگی! — اس سے ہمیں بڑی مدد ملے گی
 اور اسے بھیک بھی نہیں کہہ سکیں گے۔ مان تو تجلی ابھی مزید
 بیس سالوں تک جیتتا ہے تو دائمی خریداری کے لئے سو دا
 کیا ہنگامہ۔ ہاں یہ غریب کل ہی مر جائے تو بھیک سو روپے
 نقصان کھاتے ہیں جائیں گے کیونکہ ان کی واپسی کا یہ عہدہ

اسی وقت عام خریداری بھی ہماری بات سن لیں۔ وہ
 سالانہ چندہ بھیجئے وقت یہ ہرگز توقع نہ رکھیں کہ سال کے بارے
 پرچے پورے ہونے سے قبل ہی اگر تجلی پر آسمان ٹوٹ پڑا تو
 ان کے مابقی پیسے حساب کر کے واپس لوٹائے جائیں گے

ترمذی شریف مترجم

حدیث کی مسند مذہبوں میں ترمذی کا درجہ بہت اونچا ہے اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہر حدیث کا فنی درجہ بھی ساتھ ساتھ بتا دیا گیا ہے اور فنی درجات کی وضاحت کے لئے ایک عمدہ اور مفصل مقدمہ بھی کتاب کے شروع میں دیا گیا ہے۔ اس طرح اردو داران حضرات اس کتاب سے خوب فائدہ اٹھا سکیں گے۔ ایک کالم میں عربی متن بالمقابل اردو ترجمہ۔ دو جلدوں میں مکمل۔ جلدوں پر سنہری ڈائی۔ ہدیہ مکمل تین روپے

مکتبہ تجلی - دیوبند (دیوبند)

جی نہیں۔ سات روپے ہوں یا سات ہزار۔ تجلی کے زرارہ ترک کے طور پر جو پیسے آتے ہیں وہ سمجھ کر آپ کے ہاتھ سے گئے۔ تجلی زندہ رہے تو آپ یقیناً اس کے حقدار ہیں لیکن مرحلے تو صحیحیوں کے سوا چارہ نہیں۔ یہ اعلان چونکہ ابھی سے ہم نے کر دیا ہے اس لئے انشاء اللہ اللہ اور عند اللہ اس ہم بڑی ہوئے

سند و پاک کے علاوہ کسی بھی ملک کے لئے دائمی خریداری دس یا دس تیس قبول ہوگی اور ہوائی ڈاک سے رسالہ منگوانے والوں کو بیس یا نوڈ دینے ہوں گے۔ ڈالر والے ممالک نہیں ڈالروں کو ایک یا نوڈ کا بدلہ تصور فرمائیں۔ یا نوڈ یا نوڈ آرڈر کی شکل میں ہوں یا ڈرافٹ کی۔ پوسٹل سادہ رہنے چاہئیں اور ڈرافٹ پر صرف پر درپور اٹرنجلی کافی ہے۔ تو جسے کہ تجلی کے گہرے مخلصین کا حلقہ اس اسکیم پر خصوصی توجہ دے گا

درجہ صحت

کی غیر معمولی مقبولیت کا راز صرف یہ ہے کہ وہ تقریباً پچیس سال سے یکساں خدمات انجام دے رہا ہے

مریض آنکھوں کے لئے صحت اور صحت مند آنکھوں کیلئے بنیائی کی حفاظت

یہ ہیں ڈوکام جن میں اس سرمہ نے کبھی کوتاہی نہیں کی

ایک لہ پانچ روپے — چھ ماشرہ تین روپے — ڈاک خرچ۔ ڈیڑھ روپے

کوئی سی ہی تین تیشی بچا طلب گے پر ڈاک خرچ معاف | طلب گے نے بھائی جی کی ایرانی سلامتی بھی ساتھ بھیجی جاتی ہے جسکی قیمت صرف اتنے پیسے ہے۔

تنبیہ:۔۔۔ ڈاک خرچ کی بڑھتی ہوئی مانگ اور شہرت کو دیکھ کر کچھ لوگ اسی جیسے پکینگ میں اپنا سرمہ بیچ رہے ہیں۔ غور سے دیکھ لیجئے کہ آپ ڈاک خرچ ہی لے رہے ہیں یا اسکے دھوکے میں کوئی اور چیز

دار الفیض رحمانی - دیوبند (دیوبند)

فیہا حسترا!

ماہنامہ بینات کراچی (ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ) کے ادارہ کی چند سطریں

یہ تناؤں کا خون ابراہیموں کی پامالی افسوسناک اور یاس انگیز حسی بھی ہو، جو حسینہ ذرا بھی نہیں، اسلام مالک میں جہاں کہیں انقلاب آیا ہے اس کا محرک کبھی بھی جذبہ افریقہ نہیں رہا بلکہ کہیں قومیت، کہیں رنگ و نسل، کہیں عدوت کے جذبے نے یا کہیں محض ظلم کے رد عمل نے انقلاب پر ابھارا ہے۔ لے دے کے قیام پاکستان کے سلسلہ میں اہل سیاست کو اسلام کے عملی احیاء کا غور لگانا پڑا تھا مگر وہ کئی نوعہ شوقینہ تھا بلکہ ایک مجبورانہ اظہار اور قوم کے ذہنی رجحان کا بلاوہ تھا۔

حج کا ذہنوں گشتن ناچار مسلمان شو

علماء کرام! اس ناچار مسلمان سے بے خبر نہ تھے مگر انہوں نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہٹکائے فریب کہنے کی ہنسی کی اور سوچ یہ رکھا تھا کہ فریب خوردہ بنکر ہی ان سے دین کا کام نکال لیں گے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانی جبار باہال کا اظہار فرماتے رہے، گویا مگر اور رد مکئی ٹھن گئی تھی۔

مگر اس کا نتیجہ بھی جو کچھ نکلا اور نکلتا چلا آیا ہے سب کے سامنے ہے اور بڑا آئندہ ہوگا۔ کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں!

مسلم دماغ کے نئے دور حاضر کا ایک بڑا فکری منظر "حکومت" کی تصور دیت ہے۔ حالانکہ قرآن پاک سناوی کر رہا ہے کہ ایک موعود ایمان و عمل صالح پر مشروط "اسطائے بتانی ہے:

وَعَدَا اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَتَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ (دور) وعدہ دیا اللہ نے جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں۔ اور کئے ہیں نیک کام البتہ حاکم کرے گا ملک سبیں۔

گذشتہ ماہ جولائی میں چشمہ انقلاب کی یادگار میں قاہرہ میں جمال عبدالناصر کی دعوت پر افریقہ کے اٹھارہ ملکوں کے صدوں اور دیکھوں کا ایک عظیم اجتماع ہوا جو تقریریں ہوئیں۔ استعماریت کے خلاف جوش و خروش کے ساتھ اظہارِ نفرت ہوا، وحدت و اتحاد پر خطبے دیئے گئے، آزادی کے منظر پر ہنسے۔ یہ سب کچھ ہوا اور سب کچھ درست مگر پوری کاروائی میں پوری تقریروں پر کیا کہیں اسلامی اخوت کا ذکر بھی آیا؟ کہیں اللہ تعالیٰ کا نام بھی آیا؟ کیا کہیں بھولے سے یہ جملہ بھی نکلا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس کا احسان ہے؟ کیا کہیں غلطی سے بلا ارادہ ہی کوئی کلمہ زبان پر ایسا بھی آیا کہ یہ اسلامی اخوت کا منظر ہرہ ہے؟ نہیں اور قطعاً نہیں! اعلانِ کوششِ اللہ کا جبرتا کہ انجام خالشاہد انفسہم کیا دنیا میں نہیں دیکھا گیا؟ افسوس! انوترا القویہ تو اس میں عرب قومیت کے ترانے گائے جا رہے ہیں اور عرب قومیت اور اتحاد عرب کی تدبیریں سوچی جا رہی ہیں۔ — دینی، اظہار کو بہت "بحرین، حجاز، شام، مصر، ترکی سب ہی ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، پاکستان سے لیکر الجزائر اور مغرب و مراکش تک تقریباً ایک ذہنیت کام کر رہی ہے۔ توقع تھی کہ دنیا کے نقشے پر اسلامی سب سے بڑی مملکت جب رونما ہوگی تو اخوت اسلامی کا عالمگیر خواب پورا ہو جائے گا اور اشرق سے مغرب تک کروڑوں مخلوق خدا کے لئے اسلامی شوکت و قوت کی ایک مثالی دنیا قائم ہو جائے گی لیکن جو کچھ ہوا آپ دیکھ رہے ہیں عیاں را چہ عیاں! اِنَّ اللّٰهَ کَرِیْمٌ اَبْجُوْن۔

(دیوبند)

مگر صحیح دینی شعور کے بغیر بھی جو حکومتیں بہر حال مسلمانوں کے قائم
 نہ رہی تھیں، تو اب ان میں دینی مقصدیت کی روح چھوٹنے
 کی بڑی اہم ذمہ داری ملے۔ عصر اور اہل بصیرت پر عائد ہوگی
 ہے، وقت ہے کہ ابوحنیفہ اعلمین من قبل اللہ احمد سرسندی وغیر
 درجہ اللہ تعالیٰ علیہم کسکرتوش حریمیت و محبت پھر سے اٹھانے
 کے جائیں۔ عہدِ رسمِ عظیم تازہ کو سرحدِ ملی سامری شکن! (دعائے)

اور جب یہ عطا ہو جائے تب بھی اس کو مقصودیت کا مرتبہ ہرگز
 حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ یہ ایک نوثر ذریعہ ہی کی حیثیت میں رہے گی۔
 اَلَّذِيْنَ اِنَّ مَلَكُوتَهُ فِي الْاَشْرَاقِ تَاْمُو النَّصْرَةَ
 وَالَّذِيْنَ كُوْفٍ اَمْرُوْا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْاَنْكَرِ
 (وہ کہ اگر ہم ان کو مقصود دین ملک میں کھڑی کریں نماز
 اور دینِ نکالت اور حکم کریں بھلے کام کا اور منع کریں برے سے)

ایک عظیم دینی سلسلہ

معارف المشکوٰۃ (اردو)

حدیث کی گیارہ کتابوں کا عطر۔ مشکوٰۃ کے نام سے مشہور ہے کسی لغت
 کا محتاج نہیں۔ یہ اپنی عمدگی کے باعث مدارس میں داخل نصاب ہے۔ اس کی ضخیم اردو شرح "مظاہر حق"
 بھی دنیا بھر میں مشہور ہے۔ لیکن پچاس سال پہلے کی اردو آج کل شگفتہ نہیں کہلا سکتی اس لئے اسے آج کل کی شگفتہ
 اور سلیس اردو میں ڈھالا اور محققانہ نوآباد کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔ لیکن کام چونکہ بڑا لمبا تھا اس لئے قسط وانا تھا
 کا اہتمام کیا گیا تاکہ ہر شخص بہ آسانی حاصل کر سکے۔

ہر دو سو روپے ماہ ایک قسط شائع کی جا رہی ہے جس کی قیمت دو سو روپے ہے اور ڈاک خرچ تقریباً ایک روپیہ
 مکمل۔ آپ فقط ایک روپیہ بھیج کر نمبر بن جائیں تو ہمیشہ ڈاک خرچ معاف کر کے قسط پیش خدمت کی
 جاتی رہے گی۔

اب تک ایک جلد یعنی بارہ قسطیں چھپ چکی ہیں۔ آپ اگر بارہ حصوں کی یہ جلد حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بجائے
 ۲۲ روپے کے اس کی رعایتی قیمت ۱۸ روپے لگے گی اور مجلد بیس روپے۔
 ڈاک خرچ معاف کیا جائے گا۔

اس لاجواب سلسلے کے نمبر بننے اور فقط ایک روپیہ بھیج کر
 ہر قسط ہمیشہ ڈاک خرچ کی معافی کیساتھ گھر بیٹھے حاصل کرتے رہتے۔

مکتبہ تجلی — دیوبند — (دیوبند)

مستند و معتبر کتابیں

رکھتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے آپ فہم بظاہر اور علم بظاہر کے لطیف و فریق اسرار اور اصول دہمائی سے واقف ہوں گے اگر تفسیر حقیقی کے علاوہ کوئی تفسیر آپ کے زیر مطالعہ ہے تب بھی یہ مقدمہ اس کی تفسیر میں مدد دیکھا ہدیہ چھ روپے ۶/-

عقائد اسلام (حقیقی) اس میں میں مگر مولانا عبدالحق حقیقی کی کتاب عقائد اسلام صاف اول کی چیز سمجھی گئی ہے ہر مسلمان کو اس سے ضرور باخبر ہونا چاہئے کہ عقائد کی وہ فہم کونسی ہے جو ضروری عقائد اسلامیہ کی جامع ہے۔ ایسا نہ ہو جو بے خبری میں کسی ایسے عقیدے سے تہی واسن رہ جائیں جس کے بغیر ایمان و اسلام کا اعتبار ہی باہر گاہ شریعت میں نہیں ہوتا۔ قیمت چار روپے۔ ۴/-

فتاویٰ دارالعلوم دارالعلوم دیوبند کے مستند فتاویٰ جو ہر طرح کے مسائل میں آپ کی دینی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ مجموعہ گھر میں رہنے کو ضرورت کے وقت کسی بھی مسئلے کے متعلق شرعی حکم و ہدایت کا علم حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ تازہ ایڈیشن عمدہ ترتیب اور صحیح طباعت کے ساتھ مکمل آٹھ حصوں کی قیمت اکیس روپے

مجلد درود و جلد تیس روپے - ۲۵/-
کیا ہم مسلمان ہیں؟ اور غیر مطبوعہ شدہ پاروں کا مجموعہ سوز و گداز اخلاص اور دل کشی کا گنجینہ قیمت مجلد سواد روپے ۲۰/۲۵-

صحابہ، علماء اور مشائخ و صوفیاء کے **روح تصوف** ارشادات کی روشنی میں تصوف کے جوہر اور حقیقت کی نشاندہی۔ دلچسپ اور فکر انگیز۔ مجلد دو روپے ۵۶/-

تاریخ فلاسفۃ الاسلام مصنفہ: محمد لطیفی جیسہ - ترجمہ: ڈاکٹر میر ولی الدین

ایم اے، بی اے، ایچ ڈی - مسلمان فلسفیوں کی زندگی فارابی، بوعلی سینا، امام غزالی ابن ماجہ، ابن طفیل، ابن رشد، ابن خلدون، اخوان الصفا، ابن عربی اور ابن کثیر کے حالات و افکار کا مجموعہ۔ قیمت آٹھ روپے پچترپے ۸۷/۵-

انبار الاخبار خدا کے نیک بندوں کے حالات و واقعات پر مشتمل یہ دلچسپ اور سبق آموز کتاب اہل علم میں مدت سے معروف و مقبول ہے۔ مگر صرف اردو بولنے والوں کے لئے اس سے مستفید ہونا ممکن نہ تھا۔ اب اردو ترجمہ بھی آیا ہے۔ رشتہ نشین فائدہ اٹھائیں۔ قیمت مجلد بارہ روپے ۱۲/-

حیات الوریح علامہ انور شاہ کاشمیری کا مفصل تذکرہ ان کے علوم و فنون اور غیر معمولی صلاحیتوں کا تعارف ان کی سبق آموز زندگی کا دلکش خاکہ قیمت مجلد چار روپے ۴/-

تفسیر حقیقی قرآن کی تفسیریں بہت ہیں۔ لیکن مولانا عبدالحق حقیقی کی تفسیر اپنا ایک خاص انداز اور امتیازی شان رکھتی ہے۔ قرآن کے قارئین کی سیر کے لئے آپ اس مبسوط مفصل، مستند اور معلومات سے بھرپور تفسیر کو ضرور مطالعہ میں رکھیں۔ کامل کا ہدیہ ساٹھ روپے بطور نونہ جس کا بھی چاہے کوئی سا ایک یا چند پارے بھی لیا کر سکتا ہے۔ فی پارہ دو روپے۔ ۲/-

الہیان فی علوم القرآن تفسیر حقیقی کا مقدر سمجھنے سے اور سیر حاصل مباحث کی وجہ سے مستقل کتاب کی حیثیت

انسان کامل

خواجہ غلام السیدین

یہ خواجہ غلام السیدین کا ایک شہ پارہ ہے جسے ان کے مضافیوں کے مجموعے "آندھی میں چراغ" سے نقل کیا جا رہا ہے۔ اس میں واقعات کی حد تک جو کچھ ہے وہ ہمارے آپ کے لئے نیا نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و سوانح اور سیرت و کردار کا جمالی علم تو کم و بیش ہر بڑے نیک مسلمان کو ہے اور ایسے لوگوں کی تعداد میں کم نہیں ہے جنہوں نے سیرت کی چھوٹی بڑی کتابوں میں بار بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا تفصیلی مطالعہ فرمایا ہے۔ لیکن پھر بھی یہ موضوع بے جان نہیں ہوا۔ بے جان تو کیسا معنی اس کی مشادائی اور کشش میں بھی کوئی انمناظ نہیں بلکہ یہی جی چاہتا ہے کہ جب بھی یہ موضوع پھر سے رواں رواں آنکھوں اور کانوں میں تبدیل ہو جائے پھر تنہا ہمارا ہی یہ حال نہیں ہر مسلمان جسے اپنی اسلامیت کا کچھ بھی شعور ہے ہمارے ہی طرح حضور کے تذکار و مبارک گو گوشت عقیدت سے مستار اور قلب و دماغ میں انبساط کی ایک لطیف کیفیت محسوس کرتا ہے کیسی بیاری اور پرکشش تھی ان کی ذات گرامی۔ کیسے روح نواز ہیں وہ قصے جن میں ان کا ذکر دیا جا ہو۔ کہنے کا انداز ڈھنگ کا ہو تو پھر سو بار بھی قصے سننے اور پھر بار بار نیا لطف اٹھائیے۔ خواجہ غلام السیدین کا انداز نگارش بڑا دلکش ہے اور اخلاقی قدروں کے بارے میں ان کے اگے اخلاص نے اس دل کشی کو ایسا بانگین عطا کیا ہے جو دلوں میں جھٹکتا ہے اور روجوں کو سوز و گداز کی کیفیت سے دوچار کرتا ہے۔ "انسان کامل" کو بڑھتے ہوئے ہم نے جس کیفیت و لذت کا احساس کیا وہ کہنے کی نہیں صرف محسوس ہی کرنے کی چیز ہے بس بے اختیار جی چاہا کہ قارئین مجھ کو بھی اس احساس میں شریک کریں لہذا فاضل مضمون نگار اور ناشر دونوں کے شکر یہ کے ساتھ مضمون نقل کیا جا رہا ہے۔

عامر عثمانی

کی مخلوق ہی کافی ہوتی! انسان کا امتیاز اور امتحان تو یہی ہے کہ اس کو آزادی اور اختیار کا عطیہ دیا گیا ہے۔ سکونیک اور بدی کی پہچان ہے اور وہ ان میں سے جس کو چاہے اپنا سکتا ہے۔ ہم نے اس کو کھلی ہلاکت دکھایا ہے، اب اس کا کام ہے خواہ وہ راہ فکر اختیار کرے یا راہ کفر۔ یہی اس کا کمال ہے اور یہی وہ صلیب ہے جو وہ ابتدا سے اٹھائے ہوئے ہے فکر کا راستہ کو اخلاقی کلاتھائی معراج تک پہنچا دیتا ہے۔ کفر کا راستہ اختیار کر کے وہ اسفل الساقین کی پستی میں جا گرتا ہے۔ خدا

جو لوگ خدا کو استہانتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ اپنے بندوں کی فطرت سے غافل نہیں بلکہ اس سے ان کی اصلاح اور ہدایت کے لئے مشہد ہوا ہے۔ وہ خدا کو تو حق اپنے خاص اور نیک بندوں کو بھی تاکہ وہ انہیں نیکی کی طرف بلائیں اور بدی کے راستے پر چلنے سے منع کریں۔ جو اس کو قادر مطلق سمجھتے ہیں انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ انہیں کی مشیت ہوتی تو وہ انسان کی فطرت میں بدی کا مادہ ہی نہ رکھتا بلکہ فرشتوں کی طرح وہ بھی ہر وقت مجاہد اللہ کی سرگرم رہتا لیکن پھر انسانوں کی ضرورت ہی کیا تھی، فرشتوں

نے اس کو ارادہ اور فکر و عمل کی یہ آزادی تو ضرور بخشی ہوگی اور اس کی طرف سے بے نیاز نہیں ہوا، اس کی طرف سے اپنے ہاتھ نہیں دھوئے، اس کو بالکل اس کے حال پر نہیں چھوڑا بلکہ نظام کائنات کی تخلیق کے اس اصول پر کہ ہے کہ یہ انسان تسلیم و رضا اور انکار و بغاوت کی کشمکش میں حصہ لے، حق و باطل کی مسلسل، زخم ہونے والی جنگ میں کبھی ایک طرف، کبھی دوسری طرف شریک ہو اور رفتہ رفتہ اپنے علم اور جہان اور اخلاقی شعور میں ترقی کرے اور بحیثیت مجموعی، باوجود کشتیوں اور ناکامیوں اور نافرمانیوں کے خدا کے بڑھتے ہوئے مقصد کی تکمیل کا ذریعہ بن جائے۔ اسی غرض سے خدا کے نبیوں، پیغمبروں اور اولیاء کی ایک مسلسل اس کو براہِ صراطِ مستقیم کی طرف بلاتا رہا ہے۔ انسان کی بے بصری اور غفلت پسندی کو اکثر بے بصری کی مصیحت نظر نہیں آتی اور بعض دفعہ اس کے بہتری افروز بھی دنیا میں ظلم و جور کی کثرت دیکھ کر اطاعتِ کفر کے مقابلہ میں کامیاب یا کیریٹین کر لیتے ہیں کہ یہاں زکوٰۃ و نظم و ترتیب ہے، نزدیکی کی اخلاقی اہمیت ہے، زحی کا بول بالا ہونا قرین قیاس ہے۔ وہ اس ذہنی اور جذباتی کیفیت میں گرفتار ہو کر یا تو امید کا دامن ہاتھ سے بالکل چھوڑ دیتے ہیں یا دنیا کی طرف سے باہر ہو کر مہیں اپنی روحانی عظمت کو بچانے کی فکر کرتے ہیں اور اس غرض سے کوئی گوشہ عافیت تلاش کر کے ریاضت و عبادت گیارہ دھیان میں لگ جاتے ہیں۔ لیکن ایک حساس دل و دماغ کے لئے یہ راہ قرار ہے، اس مسئلہ کا حل نہیں۔ اندھیرے کا مقابلہ آنکھیں بند کر لینے سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے چراغ جلانے کی ضرورت ہے اور چراغ کی یہ صفت ہے کہ خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو ساری دنیا کا اندھیرا بھی اسے نہیں بھا سکتا۔ بیشک ایک چھوٹے چراغ کی روشنی تو دنیا کو دکھانے پر ہی ہے، ایک بڑا چراغ زیادہ دور تک روشنی پہنچائے گا، اور آفتاب عالم تاب کی زد میں سارا جہاں ہے۔ لیکن چراغ جلانا باہر حال انسان کا فرض ہے جس کو ترک نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ وہ اپنے بنیادی انسانی شرف کو قح دینے پر تیار ہو۔

تک جسے کوئی چودہ سو برس پہلے عرب کی سرزمین پر قسریں کے ایک معرذہ خاندان میں، ایک ایسا انسان کا علم پیدا ہوا جس کی تعلیم اور مثال سننے اس طویل مدت میں کہ دو اولاد اس کو صراطِ مستقیم دکھائی ہے اور ان کو حیات کے ایک بہتر تصوف سے آشنا کیا ہے جب تک دنیا قائم ہے اس چراغ کی جوت بھی قائم رہے گی۔

اس لیے کا نام عشتار رکھا گیا۔ کس کو اندازہ ہو سکتا تھا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کا نام اس قدر احترام اور عقیدت کے ساتھ لیا جائے گا اور بے شمار انسان اس کے نام کا کلمہ پڑھیں گے۔ اس کی ابتدائی زندگی کا پس منظر خود کے قابل ہے اس میں ایسے ظاہری اسباب اور حالات نہیں ملتے جو ابتدائی تربیت میں پیدا ہوتے ہیں۔ کرب کی پیدائش سے چند ماہ پہلے اس کے باپ کا انتقال ہو جاتا ہے اور اس کی عمر چھ سال کی ہی ہو گئی کہ شفیق ماں کا سایہ بھی سر سے اٹھ جاتا ہے۔ اب اس یتیم کی نگرانی اس کے دادا کے ہتھ میں آتی ہے۔ لیکن نئی دلاہت کو دو سال بھی نہیں گزرتے کہ یہ سایہ بھی سر سے اٹھ جاتا ہے۔ جیسے قدرت کو یہ دکھانا مقصود ہو کہ اس کے پاسنے والے، اس کی نگرانی کرنے والے اس کے عزیز نہیں بلکہ قدرت الہی ہے جو کسی خاص مقصد کے لئے اس کی تربیت کر رہا ہے! ابھی ایک چھ ماہ کا دم باقی تھا اور انہوں نے ہی جیتنے کی سرپرستی کا فرض اپنے ذمہ لیا۔ وہ تجارت کے سلسلے میں شام و فیرہ کا سفر کیا کرتے تھے۔ اس میلہ پہنچنے سے اس عزیز اور ہونہار بھتیجے کو اپنے ساتھ لیا اور اس طرح اسے اپنے گرد و پیش کی دنیا کو دیکھنے اور اس کی مادی سماجی، اخلاقی اور روحانی حالت کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔

دل کی آنکھیں تو قدرت نے ابتدا سے روشن رکھی تھیں اب باہر کی آنکھوں نے بھی انسان کی نگرا ہی اور زوال کے منظر دیکھے جس سے دل پر چرٹ پڑی اور وہ سوچ بیدار ہوئی جو تمام معطلین اخلاق اور انسانیت کے باویوں کے گلے میں آتی ہے یعنی انسانوں کی زندگی کو کس طرح بہتر بنایا جائے۔ ان کے کردار میں کس طرح پاکیزگی اور شرافت پیدا ہو سکی یہ

خدا رحمت خلق ہے۔ اس قلب صافی کو حق کی تلاش تھی اور معرفت الہی کی لگن۔ ساتھ ہی انہیں یہ فکر تھی کہ دنیا جس میں ہے شمار مرد اور عورتیں، زندگی کے اعلیٰ تقاضوں اور قدروں سے نا آشنا، جانوروں کی سی، بلکہ بعض لحاظ سے اس سے بھی بدتر، زندگی بسر کر رہے تھے کس طرح خالق کائنات کی مشیت کی تکمیل کر سکتے ہیں، اس گھپ اندھیرے میں کہ چاروں طرف چھاپا ہوا تھا ایسی کشمکش میں چراغ جلا کر ڈیٹھ جاتے سے اس جذبہ اصلاح و خدمت کی تفسیح کس طرح ہر سستی تھی جو ان کو چھین رکھتا تھا؟ ان کو ہر وقت دھن تھی کہ کس طرح اپنے ہم جنسوں کو اس سید سے اور سچے راستے پر لگائیں جس سے وہ جلاک گئے تھے۔

(۳)

دینے سے چند میل کے فاصلے پر ایک سندان ملائے ہیں ایک ٹھارے سے جو تار پخت میں غار حوا کے نام سے مشہور ہے۔ ان کا دستور تھا کہ وہ بعض اوقات کئی کئی دن تک اس غار میں مقیم رہتے، خدا سے نور کا کما س کی عبادت اور حمد و ثنا کرتے اور اپنے نفس کی گہرائیوں میں اس روشنی کی تلاش کرتے جس کے بغیر دنیا کو ہدایت کا راستہ دکھانا ممکن نہیں۔ اس طرح کی قلبی تنہائی کا لطف، جس میں بندہ اپنے مجبور کے ساتھ براہ راست رشتہ قائم کرنا ہے اور جزوی اور غیر ضروری باتوں کو ٹھلا کر حقیقت کا چہرہ بے نقاب دیکھنے کی کوشش کرتا ہے کسی نہ کسی شکل میں تمام خدایان خدا نے اٹھایا ہے۔ ایک روز کوئی چالیس سال کی عمر تھا جب وہ غار صہرا میں معروف عبادت تھے تو حقیقت نے قلب صافی پر جلوہ کیا اور انہیں بشارت ہوئی کہ خدا نے انہیں اپنا رسول بنا کر دنیا میں بھیجا ہے تاکہ بھٹکے ہوئے انسانوں کو اس کا ابدی پیغام دوبارہ یاد دلائیے، ان کو نیکی کی تعلیم دیں، ابد کا سے روکیں اور خدا کے سچے اور سید سے راستے کی طرف ان کی رہبری کریں۔ (اے رسول) پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے ساری کائنات بنائی ہے، جس نے انسان کو سخن کی

زمانہ تیار کیا تھا، سیرت کے نقوش کو ترمیم دینے اور اجاگر کرنے کا تھا، دنیا کو دیکھنے اور انسانوں کے برتنے کا تھا۔ ابھی اعلان کا پیغام پہنچانے کا وقت نہیں آیا تھا اس لئے انہوں نے تجارت کا شغل اختیار کیا جس میں منہیہ مطلب تجربے حاصل ہو سکتے تھے۔ ان کے پاس دولت نہ تھی لیکن زوجاتی ہی میں ان کی دیانت اور سچہ داری کا شہرہ پھیل چکا تھا۔ اس شہرت سے متاثر ہو کر عرب کی ایک شریف اور بیوہ خاتون نے اپنی تجارت کا انتظام ان کے سپرد کر دیا وہ اس فرض کو انہوں نے ایسی ایمانداری، سلیقے اور کامیابی کے ساتھ انجام دیا کہ اس محترم خاتون کو دینی بی خبریوں سے اپنی طرف سے شادی کی خواہش ظاہر کی اور یہ مبارک رشتہ آئندہ پچیس برس یعنی ان کے انتقال تک قائم رہا۔ اس طرح انہیں خاندانی زندگی کے آداب اور شرائط کو برتنے اور دنیا کے سامنے ان کی عملی مثال پیش کرنے کا موقع حاصل ہوا۔

اس وقت ان کی کیا پوزیشن تھی؟ انہوں نے دنیاوی زندگی کے مختلف پہلو دیکھے تھے، ہمارے پار کا تجربہ حاصل کیا تھا، اپنی شرافت، دیانت، عروت، انسان دوستی، ہمدردی کی بدولت لوگوں کے دل میں گھر کر گیا تھا۔ ان کی ساری زندگی ان کی نظروں کے سامنے گزری تھی اور انہوں نے اس میں کوئی کمزوری، کوئی جھول نہیں دیکھا تھا اس لئے دوستوں، چھوٹے مخالفوں سب نے انہیں اتفاق رائے کے ساتھ صادق اور امین کا خطاب دیا تھا۔ وہ ان کی سچائی کے قائل تھے اور ان کی سیرت اور کردار کی بلندی کے گواہ۔ ان وطن کو اس نوجوان سے بہت سی امیدیں تھیں وہ اسے اپنا قائد اور لیڈر مانتے گویا تھے ان کے پاس اس وقت کیا کچھ نہ تھا معرفت نیک نامی، دولت خاندانی زندگی کی آسائشیں اور آرام کے ساتھ زندگی گزارنے کی توقع۔ یہی شک یہ سب چیزیں تھیں۔ ایک معنی میں آرام بھی نصیب تھا لیکن اطمینان نہ تھا اطمینان تو دل کی تسکین اور روح کی مسرت سے حاصل ہوتا ہے جس کا سرچشمہ ذاتی فراغت نہیں بلکہ معرفت الہی اور

سنا سے جہالت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اس مرد مجاہد کو اندازہ تھا کہ اب اس کے سامنے کس قسم کا خار دار ہے لیکن ان کی ہمت کے قدم نہیں ڈگمگائے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے اس بشارت کا ذکر کیا اور کہا کہ میرے دل پر خدا کا خوف اور رعب طاری ہے کہ ایک بہت بڑی ذرا کو ادا کرنا ہے وہ ان کو اپنے ایک عزیز اور قدیم نوفس کے پاس لے گئیں جو ایک عجم اور صاحب بغیرت عیسائی عالم تھے۔ انہوں نے اس عجیب واقعہ کو سنا حضرت مولانا کے روئے زبیراً ایک نظر ڈالی اور کہا "بے شک یہ خدا کا پیغام ہے جو آپ پر نازل ہوا ہے۔ یہ وہی پیغام ہے جو آپ سے پہلے دوسرے بہت سے نبیوں پر، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر نازل ہو چکا ہے۔ میری نظر میں اس مستقبل کو دیکھ رہی ہیں جو آپ کا انتقام کر رہا ہے۔ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب قوم آپ کو اپنے وطن سے نکال دے گی اور اس وقت آپ کی کچھ خدمت کر سکتا ۛ"

پوچھا "کیا قوم مجھے کٹر سے نکال دے گی؟ جواب ملا ہاں اس دنیا میں جس کسی نے ایسی انقلابی تعلیم پیش کی ہے اس کو بھی صورت حال پیش آئی ہے اور ہر قسم کی منافقتیں بھیلنی پڑی ہیں ۛ"

دل سے کہا یہ سب منظور ہے۔ اب کہ دل کی کشتی اس طوفان میں ڈال دی ہے تو فکر کیا ہے۔ اس کا کھوتا دھجی پروردگار ہے جس نے مجھے اس کام کے لئے چھنا ہے ۛ"

دل انگیزیم بسم اللہ پڑھا اور مڑھٹھا

(۴)

جب انہوں نے خدا کا یہ پیغام جس کو پہنچانے کے واسطے آخری پیش عالم سے مختلف لفظوں اور صورتوں میں پہنچانے کے لئے ایسا لے کا بیڑا اٹھایا تو عرب اس کے گہرے پیش کی دنیا کا کیا حالت تھی؟ ہم نے یہ پیغام کتابوں میں محفوظ تھے لیکن دونوں سے محو ہو گئے تھے۔ مذہب کی ظاہری دھیمیں اب تک ملکوں میں جا رہی

ایک بھی ہوئی بوند سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا ہمہ وردگار پڑھا۔ کرامت ہے اسی نے قلم کے ذریعہ انسان کو علم سکھایا۔ وہ سب کچھ سکھایا جسے وہ نہ جانتا تھا ۛ"

یہ تجلی پہلی وحی یا فرمان الہی جو ان پر نازل ہوا اور جس میں سب سے پہلے انسان کو علم حاصل کرنے یعنی داغ کی کھڑکیاں کھولنے کی زبان اور قلم کے ذریعہ ملک معنی کی تفسیر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ وہ زندگی جہالت کی تاریکی میں تپتا باپ و دادا کے بنائے ہوئے طریقوں پر بصر نہ کریں جن کی افادیت ختم ہو چکی ہے۔ بلکہ غور و فکر تہ پر اور تفکر کے ذریعہ زندگی کے معنی اور مقصد کو سمجھیں اور اس کو حاصل کرنے کے لئے صحیح ذریعہ اختیار کریں۔ انسان اس منزل پر پہنچا گیا تھا جب وہ عقل خدا داد کی روشنی میں اپنے راستہ تلاش کر سکتا تھا۔ خدا کے رسول کا پہلا کام یہ تھا کہ وہ انسان کے سامنے اس حیلے کو پیش کرے کہ علم و حکمت تمہاری کھوئی ہوئی پونجی ہے۔ جہاں کہیں ہے اس کو اپناؤ ۛ اور جس کو حکمت مل گئی اس کو ہر طرح کی خوبیاں اور بھلائیاں مل گئیں ۛ علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے تمہیں میں ہی جانا پڑے ۛ یعنی دماغ کو قفل نہ لگاؤ۔ اس کو زندگی کے سسٹوں کو حل کرنے کی کئی سمجھو۔

یہ بڑا سورت وقت تھا خدا کے رسول پر بشارت اپنے جلو میں آزمائش لے کر آئی تھی۔ چالیس سال تک انہوں نے اپنی قوم کے سامنے ایک بے داغ اور بے لوث زندگی گزارا تھی اور اس میں مقبولیت حاصل کی تھی۔ اب انہیں ان کی گسراہی پر توجیہ کرنی تھی اگر اسی جس کی جڑ میں ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بہت گہری پھلی گئی تھیں۔ سچائی کی خاطر عمر بھر کی ہر دل عزیزی کو قربان کر کے، ہر قسم کی مخالفتوں اور بدگمانیوں کو بھیلنا اور اپنی جان کو جو کھوں میں ڈالنا تھا لیکن جب خدا کے کسی منتخب بندے کو یہ بشارت ملتی ہے تو اس کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہوتا ۛ وہ بہت خوشی اور آزادی کے ساتھ تمام آزمائشوں اور مصیبتوں کو خاطر نشان کرتا ہے اور خدا کے پیغام کو اس کے بندوں کے

تھیں لیکن اس کی دفع غالب ہو چکی تھی یعنی۔

وہ گئی رسم اذان اور بلای زہری!

اور جانتے وائے جانتے ہیں کہ لفظی یا بندی (مذہب کی) موت ہے اس کی روح ہے جو زندہ رکھتی ہے اس زمانے میں اگر عرب کی تاریخ یا جاہلیت کا زمانہ کہلاتا ہے، ہر طرف بت پرستی کا دور زورہ تھا۔ ایک خدا کو بیوں کو لوگوں سے اپنے بنائے ہوئے معبودوں کی پرستش شروع کر دی تھی۔ یہاں تک کہ علم و فہم کے جو چراغ و نانی تہذیب نے جلانے لگے وہ جلا گئے اور توہمات کی آمدھی نے گل کر دیئے تھے مذہب پر تعصب اپنے پورے شباب پر تھا۔ اور پیغمبر اسی سچ کے پیرو مذہب تھا نہ صرف پرسم کا جبر و اکراہ بلکہ کلم و رسم کو روا سمجھتے تھے جس کی وجہ سے مذہبی عنایت کی رسم آرائیاں انسانی تہذیب کی پیشانی پر ایک داغ بن گئی تھیں۔ ہندوستان، چین، مصر جہاں ایک زمانہ میں مذہب اور فلسفہ کا بہت پرچارہ چکا تھا۔ اب عقل علمی سونٹکائیوں کا مرکز تھے۔ مذہب کی حقیقی شرافتوں اور دوا داروں کو بھلا کر ان کے عالم ایک دوسرے کی تکفیر اور مخالفت میں لگے ہوئے تھے اور بجائے تلاش حقیقت میں تعاون کرنے کے ایک دوسرے کی راہ کاٹنے کی فکر میں تھے۔

خود عرب میں اس وقت نہ کوئی منظم حکومت تھی، مذاہب کی کارسہ نانی، نہ سماج میں انصاف اور مساوات کا احترام شاید وہاں فن خطابت، آداب شجاعت اور جہان نوازی کے سوا تہذیب کے کوئی دوسرے دل پذیر عناصر باقی نہ رہے تھے جہالت عام تھی، لوگ بے شمار قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے جن کے الگ الگ "خدا" تھے جو ان سے قریانیوں کے طالع تھے اور دوسرے خداؤں سے برسر پرکار۔ ان قبیلوں کے تعلقات کا یہ عالم تھا کہ خدا کا نام ہی بات میں لڑائی آگ کی طرح بھڑک اٹھتی اور جاننا کی طرح یہ نفرت اور مخالفت ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتی اور کشت و خون کا پاناہ گرم رہتا۔ خانہ کعبہ جس کو حضرت ابراہیمؑ نے "خدا کا گھر" بنایا تھا۔ لیکن اس کی عبادت کے لئے مخصوص کیا تھا اب

کئی سو برسوں کا مسکن تھا۔ اس طرح تو حیدر الہی اور انسانی وحدت دونوں کا تصور پاش پاش ہو چکا تھا۔ باہمی مروت اور سماجی وضع واریاں ختم ہو چکی تھیں۔ عورت کی حیثیت جانوروں سے بدتر تھی، گھوڑوں اور اونٹوں سے تو بڑی شایستگی جن کی عرب عام طور پر بہت قدر کرتے تھے اس کی نہ کوئی سماجی پرورش تھی نہ اقتصادی۔ اس کو اس درجہ ذلیل سمجھا جاتا تھا کہ اگر کسی شخص کے گھر میں شکر پیدا ہوتی تو وہ اس کو ایک شرمناک بات سمجھ کر پوزشیدہ رکھتا اور بعض منگول تو اس معصوم کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے یا شراب خوری قمار بازی اور بے شرمی کے بہت سے اور مظاہر ان کی زندگی کا جز بن گئے تھے اور ہر اعتبار سے تہذیب و تمدن کی چیزیں کھو گئی ہو چکی تھیں

یہی وہ دنیا ان وہ ملک جس میں مشیت الہی نے اس بند و خدا کو بھیجا۔ انہیں پوری طرح اندازہ تھا کہ سچ کی حمایت کی کس قدر گہرائی قیمت ادا کرنی ہوتی ہے اور اس راستے میں کس قدر کھٹنا پھینا پیش آتی ہیں۔ ایک جاہل و احمق حاکم اپنی مرضی زبردستی لوگوں پر عائد کر سکتا ہے لیکن یہاں تو دونوں اور داغوں کو بدسنے، یعنی ایک زیادہ بنیادی انقلاب لانے کا سوال تھا۔ کیونکہ "خدا کس قوم کی رخا رہی عبادت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے ضمیر کی گہرائیوں میں انقلاب پیدا نہ کریں"۔ ایک مصلح کو یہ کام محبت، اہمداری اور سوزی صبر اور نفسیاتی سوج بوجھ کے ذریعہ کرنا پڑتا ہے اور یہ کام کیا تھا ۱۶ ہجری صدیوں کے حسین چہرے پر سے اس منہول کو صاف کرنا جو صدیوں کی بھول اور گمراہی نے اس پر چھڑائی تھی یہ سماج کی پوری طاقت کے خلاف ایک تنہا اور بے مدد مجاہد کا جہاد تھا۔ بہت ہمت، لیکن قہار مرحلہ لیکن جب عشق الہی کی آگ کسی دل میں روشن ہو جاتی ہے اور بندوں کو عزت اور اصلاح کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو کوئی خوف اس آگ کو بجھا نہیں سکتا، کوئی مصلحت اندیشی اس جذبہ کو سلا نہیں سکتی چنانچہ انہوں نے بہت مضبوطی لیکن طاقت کے ساتھ اپنی اس نئی تعلیم کو ان کے سامنے رکھا جو ان کی پرانی برداشتوں اور عقیدوں

ہے ایک قریشی سید سے کہیں بہتر ہے جو ان صفات سے محروم ہو۔ لیکن عرب کے سردار جو احساس برتری کا شکار تھے "گھٹیا" لوگوں کو اپنا ہم پلہ ماننے کو تیار نہ تھے کیونکہ یہ بات ان کے سامنے نظام فکر کے خلاف تھی۔ لہذا یہ زندگی کے دو متضاد تصوروں کی ٹکر تھی جن میں کسی سمجھوتہ کا امکان نہ تھا۔ فرقہ تھا کہ ایک طرف تقاضات کا استحکام اور جمود کی طاقت تھی اور دوسری طرف صرف تھی برستی کا حوصلہ۔

لیکن نہ معلوم اس شخص کی زبان میں کیسا جاہل اور سیرت میں کیا کشش تھی کہ باوجود خواص کی مخالفت اور ایذا دہانی کے بہت سے عام لوگ اور خزان کے خاندان اور قبیلے کے افراد ان کی طرف جھکنے لگے۔ ان کی صداقت کا ایک ثبوت یہ ہے کہ سب سے پہلے اس تعلیم کا خیر مقدم ان لوگوں نے کیا جو ان سے سب سے زیادہ قریب تھے یعنی ان کی بیوی حضرت خدیجہؓ ان کے نو عمر چھوٹے بھائی علیؓ ان کے دوست حضرت ابو بکرؓ ان کے قبیلے زید بن عاصمؓ اور ایک سیاہ رنگ روضہ قلب حبشی غلام بلالؓ جو اسلام کے پہلے مؤذن بنے۔ اب مدینے کے درباب اختیار کو پریشانی ہوئی اور یہ فکر کہ یہ فتنہ محض ہنس مٹانے یا جبر کرنے سے نہیں رہے گا۔ لہذا پہلا مدافعتی حربہ یہ اختیار کیا گیا کہ ان کو لالچ دے کر اس خطرناک تعلیم کی اشاعت سے باز رکھا جائے! چنانچہ قریش کے ایک بااثر اور دولت مند سردار عتبہؓ نے پوری جماعت کی نمائندگی کرتے ہوئے ان سے کہا کہ اے میرے عزیز! تم کیوں یہ سب حرکتیں کر رہے ہو؟ کیوں ہمارے معبودوں کو نہیں مانتے اور ان کے بجائے ایک ان دیکھے، ان جانے خدا کے دیکھلے بنے ہو؟ کیوں ہمارے پیرانے طور طریقوں کو رد کرتے ہو؟ اگر ان تمام باتوں سے تمہارا مقصد مال اور دولت جمع کرنا ہے تو ہم تمہیں تمہاری خواہش سے زیادہ ۱۸ ماہ کر دیں گے۔ اگر عزت چاہتے ہو تو اپنا ریس اور سردار مان لیں گے اگر حکومت کی آرزو ہے تو ہمیں عرب کا بادشاہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ اگر تمہارا یہ سب دعویٰ

کو جینچ کر لی تھی اور اس کا رد عمل وہی ہوا جو تاریخ میں ہمیشہ ہوتا آیا ہے یعنی یہ ہمارے باپ دادا کے طور طریقوں کی مخالفت ہے جس کو ہم گوارا نہیں کر سکتے۔ اگر سچ کی آواز مصلحت اندیشی کے واسطوں اور دنیاوی لالچوں کی تمہیں سے خاموش نہ ہوگی تو اس کو اکثریت کی مخالفت سے دبا یا جائے گا مطلب یہ کہ اس نئی تعلیم کے ماننے والوں کو یہ آزادی نہ دی جائے گی کہ وہ سب سے مل کر یا اس کی تبلیغ کریں۔ وہی آزادی ضمیر کا مطالبہ اور مفاد مخصوصہ کی پرانی ضد کہ اس کی اجازت نہیں ملے گی۔

لیکن اس تحریک کو کون سی طاقت کچل سکتی تھی جبہ معلوم اور ایمان کے بے پناہ قوت اس کی پشت پر ہو؟ انہوں نے گلی گلی کوچہ کوچہ اس پیغام کو سنایا، سیلوں اور منڈیوں میں اس کی اشاعت کی، زبان سے اس کا اقرار کیا اور اسے اسکی تصدیق کی، عمل سے اس کا اظہار کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے انہیں جھاق اور اہین کا خطاب دیا تھا، جو ان کی دیانت کی قسم کھاتے تھے، انہوں نے ہی شریعت میں ان کا مذاق اڑایا اور بعد میں ان کو ہر طرح کی تنکائیوں سے بچھڑائیں اور ان کی تعلیم کو خطرناک قرار دیا۔ اور کیوں نہ ہوتے؟ وہ زندگی کو اخلاقی پابندیوں سے آزاد کر کے عیش و عشرت اور نفس پرستی میں گزارنا چاہتے تھے اور یہ شخص ایک ایسے دین کو لے کر آیا تھا، جس میں سما زور اعتدال، اخلاق اور شرافت پر تھا۔ ان کی دغا داری قبیلوں کی چار دیواری کے اندر محصور تھی اور وہ ایک خدا اور انسانیت کے عالمگیر تصور کا قائل تھا۔ وہ لوگوں کو بتاتا تھا کہ زندگی ایک امانت ہے جس کے لئے اس دنیا میں بھی جواب دہی ہے اور آخرت میں بھی اور ان لوگوں میں سرے سے نہ احساسِ ضمیر کا تصور تھا نہ جواب دہی کا وہ امانت اس اور مسادات کا یہ خامبر تھا اور یہاں چھوٹے چھوٹے نسلی امتیاز اور حیوانی بزرگیوں کے جٹ دلوں میں بیٹھے ہوئے تھے وہ کہتا تھا کہ انسانوں میں فضیلت کا معیار تقویٰ اور پرہیزگاری پر ہے اور ایک حبشی غلام جو یہ صفات رکھتا

خلیل دماغ کا نتیجہ ہے تو ہم تمہارے علاج کا بہترین انتظام
 کرادیں گے۔ مگر اس ایچی کو کب اخیر تھی کہ عشق الہی کا یہ نشہ
 یا جنون ایسا نہیں جو کسی دوا یا علاج سے دور ہو سکے
 بڑی نرمی لیکن یقین کے ساتھ جواب ملا:

”آپ کا خیال صحیح نہیں۔ مجھے نہ مال و دولت چاہیے،
 نہ دنیاوی عزت اور حکومت، نہ میرے دماغ میں کوئی عقل
 ہے میں خدا کا ایک سیدھا سادہ اور سچا پیغام لیکر آیا ہوں۔
 اس میں بشرات ہے ان لوگوں کے لئے جو اس کے فراموش
 گومائیں اور تنبیہ ان کے لئے جو اس سے انکار کریں میں بھی
 آپ سب کی طرح اس کا ایک معمولی بندہ ہوں، بس اتنی
 بات ہے کہ مجھ پر اس نے اپنی رحمت سے وحی کے ذریعہ
 سچائی کو واضح کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم آنا انسانوں
 کا معبود ایک خدا ہے اسی سے نونگانی چاہئے اسی
 سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے۔ جو لوگ شرک
 کرتے ہیں اخیرات نہیں دیتے، آخرت پر یقین نہیں
 رکھتے وہ بہت گھمٹے میں ہیں۔ یہ خلاف اس کے
 جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ان کے
 لئے آخرت میں بڑا اجر ہے“

کچھ ایسا اثر تھا اس بیان کے خلوص اور یقین میں کہ
 عقیدہ بزرگ محویت کا عالم طاری ہو گیا اور اس نے جا کر
 لوگوں سے کہا کہ میں نے محترم سے باتیں کیں اور اس
 کا کلام سنا۔ اس میں نہ کہا مت ہے نہ شعر ہے، نہ جادو،
 نہ منتر بلکہ محض عقیدے اور دل کی بات کا اظہار ہے۔ اس
 لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو انکی مخالفت
 نہ کرو۔ چنانچہ ٹرکس کا یہ تیر بیکار گیا۔ اب لوگ کے بعد عرف کا
 حربہ استعمال کرنے کی منزل آئی۔ انہوں نے رسول کے ہم محترم
 حضرت ابوطالب کو پیغام بھیجا کہ ہم آپ کی بزرگی کے خیال
 سے اب تک چپ ہیں اپنے جتنیے کو سمجھا لیجئے کہ وہ اس کا
 سے ہانسے آئے اور نہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے۔
 ”ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے؟ یہ وہ دھکی ہے جو
 قوت سے حق کے خلاف ہمیشہ استعمال کی ہے سچ کے

پرستاروں کے سلسلے سے موت سمجھ کر ہر کا پیار ہی کر آئی، کبھی اس
 نے صلیب کی شکل اختیار کی کبھی آگ میں کہ جلا یا کبھی آری اور
 خنجر کی کمر کو تن سے جدا کیا۔ لیکن اس نے کبھی ان عاشقان
 صادق پر فتح نہیں پائی۔ ان کے دل کی بیکار ہمیشہ بیکار رہا ہے
 کہ یا تو اپنے مقصود حقیقی کو حاصل کریں یا اس کوشش میں جان جان آری
 کے سپرد کر دیں۔ یہی حمد عربی کے دل کی بیکار تھی۔ جب
 ان کے سامنے خوف اور لالچ کے سارے واسطے رکھ
 دیئے گئے اور محبت کرتے واسطے چاہئے بھی کہا کہ جو کچھ
 کر رہے ہو اس کے سارے جیسے سمجھ لو تو انہوں نے جواب دیا،
 اور یہ جواب انسانی تفصیلت کی تاریخ میں اپنا خاص مقام رکھتا
 ہے اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر لاکر صورت کو رکھ دیں
 اور چاند کو بائیں ہاتھ پر، تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں
 گا اور خدا کے حکم میں ایک حرف کی کمی بھی نہ کروں گا خواہ
 اس کوشش میں میری جان ہی جاتی رہے۔“

پھر انہوں نے مطالبہ کیا کہ اگر تم خدا کے رسول ہو تو
 کوئی معجزہ دکھاؤ، پہاڑوں کو سامنے سے ہٹا دو، چہارے
 باپ دادا کو زندہ کر دکھاؤ، سونے چاندی کے فرسائے،
 محل اور بارخ بنا کر دکھاؤ۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ
 ”میں شعبدہ دکھانے نہیں بیجا گیا۔ سچائی خود اپنی شہادت
 ہے۔ اس کے لئے معجزوں اور خلاف فطرت مظاہروں کی
 ضرورت نہیں۔ اگر تم میری تعلیم کو قبول گے تو یہ تمہارے
 لئے دنیا اور آخرت کا سرمایہ ثابت ہوگی۔ اگر نہ کرو
 گے تو انتظار کرو اس فیصلے کا جو خدا میرے اندر تمہارے
 درمیان کرے گا۔“

اب سمجھوتے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی لیکن
 ایذا رسانی کے ہاتھ کون باندھ سکتا ہے۔ لوگ فرداً
 فرداً اور ٹولیاں بنا کر ان پر کھڑے بیٹھتے، پتھر مارنے،
 راستے میں گانے پچھاتے، کھانا پانی بند کر دیتے۔ وخط
 کے دوران میں ان کی زبان بندی کی کوشش کرتے تھے و
 طعن کرتے، ان کو دیوانہ مشہور کرتے، ان کے قتل کے
 منصوبے بناتے لیکن ان کی زبان سے اپنے بدترہی نہ ہونے

کے لئے بھی کوئی سخت کلمہ نہ نکلا۔ جب کہا یہی کسا، بار الہان لوگوں کو معاف کر دے یہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں، ایک دفعہ کسی لڑائی میں ان کے جسم پر بہت سخت زخم لگے اور ان کے اجاب نے کہا کہ آپ ان لوگوں کو بد دعا کیوں نہیں دیتے تو جواب ملا " میں لعنت کرنے کے لئے ہی نہیں بنایا گیا۔ مجھے تو خدا کی طرف بلائے والا اور سزا پر رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اے خدا میری اس گمراہ قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ جاہل اور بے خبر ہیں۔ یہ وہی یحییٰ بن عبد بنہ ہے جس کا اظہار مسیح مہیے اپنی زندگی میں بار بار کیا، چنانچہ کفار اپنی ان حرکتوں میں لگے رہے اور خدا کا رسول ذاتی خطروں اور تکلیفوں سے بے نیاز اپنے کام میں مصروف رہا اور کام بھی انہیں کی خدمت اور ہدایت جنہوں نے اس پر حوصلہ جیات کو تنگ کر دیا تھا۔ یہی اسکی اخلاقی عظمت اور اس کے کردار کی بلندی!

(۵)

ایک مختصر سے مضمون میں اس عظیم مرتبت انسان کی اخلاقی اور روحانی خوبیوں کا کس طرح احاطہ ہو سکتا ہے؟ دریا کو کوزہ میں کیسے بند کیا جا سکتا ہے؟ انسان کی حیثیت سے انہوں نے ایک ایسی مثال دنیا کے سامنے پیش کی کہ ہر شخص کو اس کی تقلید کا جو صلہ ہو سکتا ہے حالانکہ اس کمال تک پہنچنے کا کوئی امکان نہیں۔ ان کی شخصیت اور زندگی رعب و جلال کی کیفیت سے زیادہ محبت اور بیگانگی کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ ایک موقع پر فرمایا "مجھ سے شہ زور میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، قریش کی ایک غریب عورت کا بیٹا ہوں جو سو کھا گوشت کھایا کرتی تھی، ان کی روز مرہ کی زندگی غریبوں اور مسکینوں کی سی تھی اور انہیں کے ساتھ ان کو خاص طور پر محبت اور ایک جہتی کا احساس تھا۔ ہر قسم کا کام خود کر لیتے تھے۔ اس میں کسی طرح کا عار نہ تھا۔ گھر کی صفائی

کرتے، مویشیوں کو چارہ ڈالنے، بازار سے سامان خریدتے، پھٹے کپڑوں کو بیوند لگاتے ٹوٹے جوڑے کو کاٹتے، نوکروں کے ساتھ بیٹھ کر سونا جوٹا کھانا کھاتے اور اگر بعض دفعہ کچھ بھی کھانے کو میسر نہ ہوتا تو خدا کا شکر کرتے اور بھوکے ہی سو جاتے، کبھی کبھی ہفتے چولیس دن جلتنے اور پانی اور کھجوروں پر گزارا ہوتا۔ یہ حالت تھی اس زمانہ میں بھی جب اس غریب عرب میں ان کو دنیاوی حیثیت سے بھی ایک بادشاہ کا مقام حاصل تھا۔ لیکن خود اپنی دولت اور دولت بیت المال میں آتی وہ سب ضرورت مندوں اور غریبوں کی نذر تھی۔ اپنی ذات کے لئے صرف نہ ہوتی تھی۔ ایسا شخص کس طرح عرب کے مفرد امتیاز پسند سرداروں کو گوارا ہو سکتا تھا۔ کوئی غریب ان کے دربار میں چھوٹا نہ تھا نہ کوئی دولت مند اور ذمی و جاہت شخص امتیازی سلوک کا مستحق ملامت میں ہمیشہ سبقت کرتے تھے اور بچوں سے ہمیشہ شفقت اور عورتوں سے عزت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ انہوں نے کبھی کسی انسان کی دل شکنی نہیں کی کسی کو ذلیل نہیں کیا۔ ہر کسی کو اونچا اٹھانے کی کوشش کی شیریں کلامی کے ساتھ بات کرتے رحم دلی کا سلوک کرتے، جو لوگ ان کے ساتھ بدھا کرتے اس کا جواب نیکی سے دیتے۔ اگر بھولے سے جس کسی کو ان کی وجہ سے تکلیف پہنچتی تو اسکی معافی مانگنے میں اتنی ہی عجلت کرتے جس قدر دوسروں کی زیادتیوں کو معاف کرتے ہیں۔ انتقام کا جذبہ کبھی اس قلب پاک میں پیدا نہیں ہوا۔ مخالفوں کے ظلم و ستم کی وجہ سے کئی سال تک اپنے وطن سے باہر رہے۔ جب ایک کامیاب فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے شہرہ اور مفسد لوگوں کو (مضموں نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ہر قسم کی تکلیفیں پہنچائی تھیں) اندیشہ تھا کہ انہیں

اپنی بد اعمالیوں کی سزا ملے گی۔ لیکن ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی (حالانکہ انہیں حیرت نہ ہوتی چاہئے تھی) جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی زبان پر قرآن کی یہ آیت ہے: **آج کے دن (میرے جانے سے) تم پر کوئی سزا نہیں (جو ہونا تھا وہ ہو چکا) اللہ تمہارا قصور بخشہ ہے۔** وہ تمام دم کرنے والوں میں سے سب سے بڑھ کر دم کرنے والا ہے۔

یہی دم، ہمدردی، محنت، اسی پسندی اس پیغمبر اسی کی سیرت کی حرکتیں و خات نہیں لیکن کسی شخص کے کردار کا پورا اندازہ اس کے کارناموں سے نہیں ہوتا۔ یہی دیکھنا ضروری ہے کہ اس کا اثر اس کے عزیزوں، دوستوں، ساتھیوں، بلا مخالفوں کی زندگی پر کیا ہوا۔ اس اعتبار سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کاظم رکھتا ہے۔ جو لوگ ایک دفعہ ان کی صحبت کا پورا فیض پاتے ہیں وہ ہمیشہ کے لئے ان کے اثر میں آجاتے اور ان کی دنیا ہی بدل جاتی، زندگی کا تصور بدل جاتا، اس کی قدریں بدل جاتیں، اکابرانی اور ناکامی کے انداز سے بدل جاتے۔ گویا خدا کا نام جنوں ہو جاتا اور جنوں کا خدا عقل دنیادار مس ہے۔ اب تک عیسیٰ و عیسیٰ کی صحبت کو مقصود حیات سمجھا تھا اب خدا کی رضا اور رسول کے عشق میں خوشی اور اطمینان کی تلاش کرتی اور راستے سے کانٹوں کو پھول سمجھ کر چلنے لگتی۔ بلال ایک حبشی غلام تھا، نورانی کی چنگاری اس کے دل میں چکی اور وہ چلانا نہ گیا، اس جسم کی پاداش میں کیا کیا سلوک، ان کے ساتھ نہیں ہوئے، گردن جھری ڈال کر لڑکے انہیں نہ یہ نہ کی گلیوں میں کھینچتے تھے، پوری رست پر جھساتے اور گرم گرم پتھر کی ملیں چھاتی پر دھکتے، ان کا کھانا پانی بند کیا جاتا اور لڑکوں سے پیدھا جاتا لیکن ان کے ایمان میں خلل نہ آیا اور زبان سے خدا کے نام کے سوا کچھ نہ نکلا۔ جنگ اُحس کے دوران میں ایک سالان عورت کو خیر تھی ہے کہ اس کا بھائی شہید ہو گیا ہے۔ اس نے کہا خدا کا شکر ہے کہ راہ خدا میں کام آیا۔ پھر باپ کی شہادت کی خبر ملی، اس نے دوبارہ خدا کا شکر ادا کیا

پھر شوہر کی سنانی ملی۔ اس سے دلدار صبر کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور اشتیاق کے ساتھ پوچھا کہ خدا کا رسول بھی زندہ ہے۔ جب ان کی حیرت کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو کہا: الحمد للہ۔ اب یہ صحبت برداشت ہو سکتی ہے، ایک صحابی تھے حضرت صدیق ان کے جگہ کو نیزہ سے چھید کر کافر قتل کرنے پوچھا کہ کیا تم یہ پسند کر دو گے کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے اور محمدؐ تمہاری جگہ لے لیں۔ جواب ملا: "خدا کا قف ہے کہ میں اس بات کے لئے بھی تیار نہیں ہوں کہ میری جان نکال جائے اور اس کے بدلے رسول کے پاؤں میں ایک کاٹا بھی چبھ جائے" اور جب انہیں پھانسی دی جا رہی تھی تو ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے: "یہ لوگ کہتے ہیں کہ کفر اختیار کرو تو آزادی مل سکتی ہے مگر میرے لئے اس کے مقابلہ میں موت زیادہ آسان اور قابل قبول ہے۔ میں ذان کے سامنے عاجزی کروں گا نہ کہ یہ دزداری کیونکہ میں تو اپنے خدا کے پاس جا رہا ہوں۔" میرے لئے یہ باعثِ فخر ہے کہ اعرشِ عظیم کے ایک نئے بچھ سے کوئی خدمت لی اور مجھ اس امانت میں میری توفیق دی، یاد رہے کہ یہ ذکر وہ رسول کے جلیل القدر صحابیوں کا نہیں، ان کے کانٹے تاریخ میں محفوظ ہیں اور جن کے فضائل سے دنیا نے اسلام واقف ہے۔ ان میں ان کے جمولی عقیدت مند بھی مثال ہیں جن کے دل پر ایک کھلی چمکتی تھی اور ان کی دنیا بدل جاتی تھی۔

طے می شود این راہ بود رخسیدان بر تے
 مابے خبران منتظر شمع و چہرا غیم
 سچ کو عمر بھر کی رعایت اور تلقین کے بعد
 بارہ حواری لئے تھے (اور ان میں سے ایک یہودہ
 تھا جس نے آخری وقت میں اپنے زہر کے
 ساتھ دغا کی، ایک مبصر نے لکھا ہے کہ عجیب قدر
 کی کھی پر نہیں بلکہ اس بات پر ہے کہ سچ کو اتنے

و فادرا در مخلص پیر و بھی مل گئے لیکن رسول عربی کا کارنامہ یہ ہے کہ ان کو سیکڑوں ایسے ساتھی ملے جنہوں نے اپنی جان و مال، اولاد و عزت، عیش و عشرت ہر چیز کو رسول کی خوشنودی پر قربان کر دیا۔ تاریخ ایک بھی ایسے شخص کا نام نہیں بتاتی جس نے انعام کے لالچ میں یا مصیبتوں کے خوف سے اپنے راستہ کو چھوڑا یا عداوت سے منہ موڑا ہو۔ بقول مولانا آزاد کے، انہوں نے اپنے سارے پھلے رشتے بھلا دیئے تھے اور صرف ایک ہی رشتہ کی لگن باقی رہ گئی تھی یعنی سب اللہ کے رسول کے فدائی اور اس کے خُسن جہاں آرا بجز اپنا سب کچھ نثار کر دیئے واسے تھے۔

تو نخل خوش فمر کیستی کہ باغ و چین

ہمہ ذوقیشا بر مدند و در ذوق یہو مستندا

(۶)

آپ نے دیکھیں اس برگزیدہ رسول اور ان کے اصحاب کی سیرت کی چند جھلکیاں۔ ان کی تعلیم کے چند انقلابی پہلو بھی دیکھ لیجئے جو ایک لحاظ سے آج بھی اتنے ہی انوکھے ہیں جس قدر وہ سو برس پہلے تھے۔ انہیں جہاں مغزوں کی سرکشی اور حق ناشناسی کی وجہ سے کئی مرتبہ لوٹائیوں میں شریک ہونا پڑا لیکن کسی مہلک ہتھیار نے عدل اور رحم و شرافت کے ان آداب کو باقوت نہیں دیا جو انہوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں برتے تھے اس کے مقابلہ میں تہذیب کے اس دور میں جب انسان کا علم اور اس کی قدرت کمال کو پہنچ گئی ہے اور مذہب، فلسفہ اور اخلاق کی تمام نسلی دولت اس کا سرمایہ ہے، جنگ کے سلسلے میں کیا کیسا بربریت ردا نہیں رکھی اور انسان نے انسان کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا جس کی وجہ سے ہمارا سر فوٹو اردو دندوں کے سامنے بھی شرم سے جھک جاتا ہے عرب کے اس نبی و ہجرت نے اپنے ساتھیوں کو

ایسے آداب جنگ کی تعلیم دی جنہوں نے جنگ کو بھی گویا ایک تعلیمی ادارہ بنا دیا۔ جنگ میں جو قیدی ہاتھ آتے ان کی خبر گیری مہارتوں کی طرح کی جاتی اور ان کی خوراک اور لباس کا مناسب انتظام کیا جاتا جس وقت رسول خدا قلعہ کی حیثیت سے مدینے میں داخل ہوئے تو فوج کو مندرجہ ذیل احکام دیئے گئے ان کو پڑھا کہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دراصل تمہاری ہی جہاں کشی کا اعلان تھا جو بالکل ہی خود کشی کا تہیہ نہ کر چکا ہو!

- ۱۔ جو شخص ہتھیار پھینک دے اس کو قتل نہ کیا جائے۔
- ۲۔ جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے اس کے قتل نہ کیا جائے۔
- ۳۔ جو شخص (ایک مقامی باشندے) حکم بن حرام کے گھر میں پناہ لے اس کو قتل نہ کیا جائے۔
- ۴۔ زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔
- ۵۔ اسپر کو قتل نہ کیا جائے۔

۶۔ بھاگ جاتے واسے کا پھانسا نہ کیا جائے۔ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی ایک مثال قرآن کی کہ جس قدر لوگ عینیں پر اگر تیار ہوئے تھے۔ ان میں سے جتنے اپنے یا حضرت سطلیب کے خاندان والوں کے حصے میں آئے تھے ان سب کو علی الاعلان بلا کسی معاونہم کے آزاد کر دیا۔ چنانچہ انصار اور مہاجرین کو بھی ان کی پیروی میں ایسا ہی کرنا پڑا۔ چند لوگ ایسے بھی تھے جو اس بات پر آمادہ نہ ہوئے۔ ان کے حصے کے قیدیوں کو رسول خدا نے خود چھ اوقہ فی نفر کے حساب سے خرید کر آزاد کر دیا۔ یاد رہے کہ ان کی ہجرت سے وہ لوگ تھے جو انہیں ایذا نہیں پہنچائے اور اللہ پر پتھر برسائے میں پیش پیش رہے تھے!

جب اسلام کے دو راہوں میں مسلمان گئے سے ہجرت کر کے مدینے یا عیش پلے گئے تو ان کی غیر حاضری میں ان کے مکانات اور جائیداد بیکراہل کرنے کا قہر کرنا۔

مہینے میں فاتح کی حیثیت سے واپس آکر انہوں نے یوں
خود سے درخراست کی کہ بہاری جائیدادیں واپس لادی
جائیں۔ جواب ملا "جن چیزوں کو تم راہ خدا میں بھونچے
ان کی واپسی کا سوال کیوں کرتے ہو؟" اور ان کی درخراست
مستور نہیں ہوئی۔ کس قدر مختلف ہے یہ انداز نظر اس رویہ
سے جو اس دور تمدن میں رائج ہے!

ہمت سے موقع ایسے پیش آئے جیسا انہوں نے
اپنے عقیدت مندوں کو اپنے خطبوں میں نہ صرف اسلام
کے بنیادی اصولوں کی تعلیم دی بلکہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں
بھی ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے ان کو جیسے کما سلیقہ
سکھایا اور ایک دوسرے سے اور تمام انسانوں سے
میل جول کی شرافتیں سکھائیں۔ جس طرح اشوک اعظم کے
فرمان کو ہے اور پتھر کے ستونوں پر کندہ ہیں، اسی طرح
ان کے فرمان ثقلیوں کے ذریعہ پوری صحت کے ساتھ
ہم تک پہنچے ہیں اور کتابوں اور لوگوں کے دلوں میں محفوظ
ہیں۔ مکے سے ہجرت کا پہلا سال تھا۔ ہجرت
ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد ڈالی تھی پہلے تاریخی خطبہ
کے موقع پر کئی سو مسلمان وہاں جمع تھے۔ اور خدا کا
یہ رسولؐ اپنے خطاب کے دوران میں زندگی کے
مجیدان پر کھول رہا تھا۔

• میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی دوز
عبادت کے لائق نہیں۔ وہ یکتا ہے کوئی اس کا شریک
نہیں۔ محمدؐ اس کا بندہ اور رسولؐ ہے جس کو اس
سنے ہدایت انور اور نصیحت دیکر بھیجا ہے ایک
ایسے زمانے میں جب مدت سے کوئی رسول نہیں
آیا تھا۔ علم گھٹ گیا تھا، اور انسانوں کی گمراہی بڑھ
گئی تھی۔ جو شخص خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے
(یعنی نیکی کے راستے پر چلتا ہے) وہ ہدایت پاتا
ہے۔ جو ان کا حکم نہیں مانتا وہ راستے سے ہٹک جاتا
ہے اسے مسلمانوں (خدا کی نعمتوں سے) لطف اٹھاؤ
لیکن اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو اس

نے تمہارے لئے اپنی کتاب لکھی ہے اور تمہیں پنا
(سیدھا) راستہ دکھایا ہے تاکہ راست بازوں اور
باطل پرستوں میں تمیز ہو سکے۔ اسے لوگو
خدا کو یاد کرو اور آئندہ زندگی کو پیش نظر رکھ کر دنیا
کام کرو، کیونکہ جو شخص اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ
درست کر لیتا ہے تو اللہ اس کے اور دوسرے
لوگوں کے باہمی معاملات کو بھی درست کر دیتا ہے۔
اس مختصر سے آخری حصے میں انہوں نے اس گہری
حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دین اور دنیا
میں اور یہ دو جانی اور مادی قوتوں میں کوئی تضاد
نہیں۔ جو شخص دین کے معاملے میں شرافت کے
اصول کا پابند ہے وہ دنیا کے معاملات میں بھی
انہیں اصولوں کو برتے گا اور مسجد اور مندری کے لئے
دو بالکل مختلف طریقہ فکر و عمل اختیار نہ کرے گا اس
کے دل کی پکار بھی ہوگی کہ "اسے ہمارے پروردگار میں
دنیا کی نیکیاں اور بھلائیاں بھی دے اور آخرت کی بھی۔"
کیونکہ یہ دنیاوی زندگی آخرت کے لئے کاشت ہے
جیسا ہم یہاں بولیں گے، اور ساواہاں کانیں گے۔

ان کی نظر حقیقت شناس نے انسانی فطرت کی
چھی ہوئی کمزوریوں کو تلاش کیا، بڑی دل سوزی اور
وضاحت خیال کے ساتھ ان کی طرف توجہ دلائی اور
ان کا علاج تجویز کیا۔ ایک خطبے میں جو خطبہ تبوک
کے نام سے مشہور ہے زندگی کے لئے ہدایتیں بتول
کی بڑی طرح پر روشنی ہیں اور ان میں ایک ایسا
اعجاز بلاغت ہے جو عربی زبان کا مخصوص حصہ ہے
ان میں سے نمونے کے طور پر چند کے تیور ملاحظہ ہوں۔
سب باتوں سے بڑھ کر بھروسہ کی بات تقویٰ ہے
اور سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف حاصل ہے!
تمام اعمال میں افضل وہ عمل ہے جس سے دوسروں کا نفع
پہنچے!

دل کا اندھا ہونا سب سے بڑی گوری ہے!

سب سے بڑی دولت دل کی دولت ہے !
دولت منبری، زر و مال کی کثرت نہیں۔ غنی وہ
ہے جس کا دل غنی ہو۔

بلند ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) پسند ہاتھ (یعنی
لینے والا ہاتھ) سے بہتر ہے !

دانی کا سرچشمہ دل میں خوف خدا کا ہونا ہے !
جو شخص دوسروں کے عیب چھپاتا ہے خدا
اس کے عیب ڈھاپتا ہے۔

جو شخص چغلی پھیلاتا ہے، خدا اس کو رسوائی عام
کرتا ہے !

قابل رشک ہے وہ مالدار جس کو دولت کے
صحیح مصرف کی توفیق ہو !

قابل رشک ہے وہ شخص جس کو خدا نے حکمت
دی ہو، جو اس پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو اس
کی تعلیم دے !

بیٹے پر لکڑیوں کا گھٹلا کر لانا بیک مانگنے سے
بہتر ہے ! محنت کر کے کھلنے والا خدا کا دوست ہے۔

یہ ہیں وہ اصول جو فرد کی سیرت کو سنوارتے ہیں
انہیں کاپر تو فرد اور جماعت کے تعلقات کی تفسیر
میں بھی نظر آتا ہے۔ عرب کے اس رسول اُمّی کی حدیثیں

(جس نے کسی مدرسے میں کسی استاد سے یا غائبانہ
تعمیر نہیں پائی) اس مضمون پر ہر ہر پہلو سے کیسی
دل نشیں روشنی ڈالتی ہیں۔

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے ملنا ہی
بچے رہیں !

تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا۔ جب تک
اپنے بھائی کے لئے وہ جاکھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے
کرتا ہے !

(یاد رہے کہ ان کے تصور حیات میں ہر انسان
دوسرے تمام انسانوں کا بھائی ہے کہ سب ایک خدا
کے بندے اور ایک آدم کی اولاد ہیں)

خبردار بدگمانی کو اپنی عادت نہ بناؤ کہ وہ بھوٹ ہی
بھوٹ ہے۔ بے بنیاد باتوں پر کان نہ لگاؤ اسے اور
کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو !

دوسروں کے عیب کو تلاش نہ کرو، آپس میں بغض
اور نفرت نہ رکھو کسی انسان سے منہ نہ موڑو۔

جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے
لازم ہے کہ اپنے ہمسایہ کو ایذا نہ پہنچائے (اور ان کی دنیا
میں کون کس کا ہمسایہ نہیں ہے ؟) اپنے مہمان کی عزت

کرے، ایات کے تو اچھی کہے، اور نہ خاموش رہے !
آداب کلام کا اس سے بہتر نہ کیا ہو سکتا ہے ؟

قوت کا ثبوت دوسروں کو زیر کرنا نہیں بلکہ قصہ
میں اپنے نفس پر قابو رکھنا ہے !

(تیلگی اس میں ہے کہ) اسیروں کو رہائی دلاؤ اور بیکوں
کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی خیر گیری کرو !

قیامت کے دن خدا کا سایہ چھوٹا اس شخص پر
جو چھب کے خیرات کرتا ہے (اس نشان سے کہ یا میں
ہاتھ کو خیر نہ ہو کہ داہیں ہاتھ نے کیا دیا !

عرب کو عجم پر، عجم کو عرب پر، کانے کو گورے
پر، گورے کو کانے پر کوئی فضیلت نہیں کیونکہ فضیلت
کا معیار تقویٰ یعنی خدا ترسی ہے !

اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم معاہدہ (رعایا) کو قتل
کرے گا وہ بہشت کی خوشبو بھی نہ سونگھ پائے گا۔ حالانکہ
یہ خوشبو چالیس سال کے فاصلہ سے آئے گئی ہے۔

یہ ہیں وہ قدریں جو ذاتی اور اجتماعی زندگی کی عادت
تشکیل کے لئے ضروری ہیں، جو دیکھنے میں بالکل واضح اور
بدیہی معلوم ہوتی ہیں لیکن سوائے ان لوگوں کے جن کو

توفیق الہی اور ضمیر کی دولت حاصل ہے، کس قدر دور
ہیں یہ عام لوگوں کی زندگی اور عمل سے، احباب تک یہ ہلکے
فکر و نظر ہیں، ہمارے قول و فعل میں دعا نہ جائیں ہم زندگی

کا کوئی بڑا چھوٹا مسئلہ خوش اسلوبی اور سلامتی سے طے
نہیں کر سکتے۔ جب کبھی دنیا کی تاریخ میں یہ چراغ ٹٹھانے

۷۰

گئے ہیں، ان کی حفاظت کے لئے ایسے ہی روحانی چہرے
سے ہدایت حاصل کرنی ہوتی ہے۔

(۷)

ایک اور مخصوص پہلو اس رسول اکرمؐ کی تعلیم کا یہ ہے
جیسا میں نے اس باب کے شروع میں ذکر کیا کہ انہوں نے
دنیا کے سلسلے مذہب کا ایک ارتقائی نظریہ پیش کیا یعنی
مختلف مذہب جو خدا کے بھیجے ہوئے نیک بندے مختلف
زمانوں میں لائے وہ ایک دوسرے کے نقیض یا رقیب
نہیں بلکہ ایک زردیں سلسلے کی کڑیاں ہیں اور کوئی امت
ایسی نہیں گزری جس میں خدا کا پیغام بر نہ آیا ہو کہ لوگوں
کو بد اعمالیوں کے نتیجے سے خبردار کرے اور ان کو راہِ حق
پر چلنے کی ترغیب دے۔ ان سب کی تعلیم بنیادی اعتقاد
سے یکساں ہے۔ ان کے اصول مستقل اور ابدی ہیں گو ان
کی تفسیر اور تعبیر میں ان کی فروغ (شاخوں) میں زمانے کے
حالات اور ضرورتوں اور نفس انسانی کی تربیت اور ترقی
کے مطابق تبدیلی ہوتی رہی ہے اس لئے لازم آتا ہے
کہ ہم سب مذہبوں کے بانیوں اور خدا کے پیغامبروں کا
دل سے احترام کریں اور ان کی تعلیم کا ادب سے مطالعہ
کریں۔ یہ دراصل ایک ایسا اصول ہے جو رواداری کو مصلحت
پسندی سے بلند کر کے ایک قدر مستقل بنا دیتا ہے اور
ہناد "مذہبی" لڑائیوں اور فسادوں کی بیخ کنی کرتا ہے۔
محمدؐ عربی کی دینی دعوت کے تصور پر جبر کی پرچھائیں تھی
نہیں پڑی بلکہ انہوں نے ہر موقع پر بار بار بہت اصرار
کے ساتھ کہا کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر واکراہ نہیں ہر حق
کی اپنی شریعت اور طریقہ زندگی ہے جس پر قائم رہنے کا
اسے حق ہے۔ اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اسے ترک
کرے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے۔ بچائی اسی وقت بچائی
ہے جب ہم دل کی گہرائیوں سے اس پر ایمان لائیں وہ کسی
لاچار یا دباؤ سے اس کا زبانی اقرار کرنا بالکل بے معنی ہے۔
اختلاف تو انسانی فطرت کا جزو ہے۔ اس کو کیسے دور کیا
جاسکتا ہے؟ سچائی کی تلاش میں تبادرِ خیال کی ضرورت

ہے اور دل کو تہذیب اور تنگ نظری اور قدامت پرستی کے
بندھنوں سے آزاد کرنے کی۔ اس کے بعد عقل خدا داد
خود اپنا راستہ ڈھونڈ لیتی ہے۔ خدا کے رسول کا کام
راستہ کی نشان دہی کرنا ہے۔ وہ تھیکہ دار بنا کر نہیں
بھیجا گیا کہ زبردستی سب کو ایک ڈگر پر پھلانے۔ اگر تیسرا
بکرورد کار چاہتا تو دنیا کے تمام سینے واسے ایمان
لے آتے۔ (لیکن اس نے ایسا نہیں کیا) پس کیا اسے
رسول تم ان لوگوں پر جبر کر سکتے ہو کہ وہ ایمان لائیں؟ (ہرگز
نہیں) تمہارا فرض تو ذکر الہی کرنا اور خدا کے راستے کی
طرف حکمت اور شیریں کلامی کے ساتھ بلانا ہے اور اس
داگر کوئی مشرک بھی تمہارے پاس اگر پناہ مانگے تو رجب
سے پہلا کام یہ ہے کہ تم اس کو پناہ دو۔ پھر اس کو کلام
الہی سناؤ۔ اس کے بعد اسے (اعتقاد کے ساتھ) اس
کے مسکن پر پہنچا دو یعنی علم و اخلاق کی جو روشنی خدا کی
رحمت سے تمہارے نصیب میں آئی ہے۔ اس کو دوسروں
کے سلسلے پیش کرنا تمہارا کام ہے لیکن تم اسے زبردستی
کسی پر عائد نہیں کر سکتے۔ پھر خدا سمجھے ان انصاف
نامتناہیوں کو جو ان صریح حکموں کی موجودگی میں یہ ثابت
کرنے کی فکر کرتے ہیں کہ اسلام شمشیر کے زور سے پھیلا
ہے اور یہی اسلام کی تعلیم ہے!!

اس تعلیم کے بنیادی اصول اور عقائد جن کی پیروی
میں نے اوپر اشارہ کیا ہے دراصل انسان کے
اخلاقی اور روحانی شعور کی تفسیر ہیں۔ اس میں پہلا
بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ایک قادر مطلق خدا کے
وجود کا اعتراف کیا جائے جو ہر جگہ موجود ہے جس
کی ہر جگہ حکمرانی ہے جس کی عبادت اور اطاعت
ہر انسان کا فرض ہے جو خدا کے رحمت و محبت
ہے، خدا نے غضب و انتقام نہیں جس نے انسان
کو عقل اور ضمیر کی دولت دی تاکہ وہ خیر اور شر میں
تمیز کرنا سیکھے۔ دوسرا عقیدہ عقیدہ عدل ہے یعنی
خدا ظالم نہیں بلکہ صاحب انصاف ہے اور جس

طرح اس کے ہاں ہر معاملہ میں انصاف کی کارفرمائی
 ہے (خواہ ظاہر میں ننگا ہیں اس کو نہ دیکھ سکیں) اس
 طرح انسانی رشتوں اور تعلقات میں انصاف برتنا
 انسان کا شرف ہے۔ اسلام نے حسن، خیر اور حق
 کی قدروں کے ساتھ جو قدیم یونانی تہذیب کا اقتیاد
 ہیں اعدا کو بھی ایک بلند مقام بخشا ہے۔ تیسرا عقیدہ
 جس کی طرف اوپر اشارہ ہو چکا ہے، خدا کے
 رسولوں پر ایمان ہے جو بتدریج آفرینش عالم
 سے انسان کی ہدایت کے لئے آتے رہے ہیں اور
 جن کی عزت ایک طرف حق کا احترام ہے اور دوسری
 طرف اللہ ہی روادار کی بنیاد مسلمانوں کے آخری
 نبی محمد (عربی ہیں جن کے پیام اور کلام کو ان کے
 بعد اماموں اور خدا کے نیک بندوں نے دنیا میں
 قائم رکھا اور پھیلا یا ہے اور اس کے لئے ہر طرح کی
 قربانیاں دی ہیں۔ زائد آج بھی صداقت پرستوں
 سے مختلف شکلوں میں قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہے
 پھر قیامت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے
 یعنی انسان کی زندگی تاریکی کے سمت رہیں شہر ابرے
 کی سیاہی چمک نہیں کرے ایک لمحہ کے لئے روشن
 ہوئی اور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی بلکہ اس کے لئے
 مکافات عمل کا قانون ہے۔ کام اور خیال اور نیت
 کے نتیجوں کے لئے جواب دہا ہے اس دنیا میں
 بھی اور دوسری دنیا میں بھی۔ یہی ذمہ داری کاموں
 کی تولد، نیک اور بدی کی پرکھ اور ان کا متاسب
 بدلہ زندگی کا تانا بانا ہے۔ اور جو شخص ایک رات کے
 دانے کے برابر نیک کرے گا وہ دیکھی جائے گی اور جو
 ایک رات کے دانے کے برابر بُرائی کرے گا وہ بھی
 دیکھی جائے گی، یہی کھاتا کبھی بند نہیں ہوتا، کبھی
 گم نہیں ہوتا۔ قیامت ایک روز جو تک محدود
 نہیں بلکہ ہماری زندگی کے ایک ایک قدم پر اس کا
 سایہ ہے۔ بہارے علم اور اخلاق پر اسہارے فری

اور دنیاوی کاروبار پر، سہارے ذاتی اور اجتماعی زندگی
 پر اور سہارے عقل خود پسند پر جس کا غرور اکثر خدا
 کو بھی بھلا دیتا ہے۔

گناہ میرے خرد کا حساب و میزان نیست
 نگاہ بندہ مومن قیامت خرد است

اسی تعلیم کا فیض تھا کہ عرب میں اور اس کے بعد
 دوسرے ملکوں میں جہاں جہاں اس برگزیدہ بندہ خدا
 کی آواز پہنچی اور اس کی چوٹ حساسی دلوں پر چڑی اُٹھی
 زندگی اور زندگی کے تعلقات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو گیا
 خصوصاً ان طبقوں کو آزادی اور انسانی حقوق کا
 ایک نیا چارٹر مل گیا جن کو سماج کے قلم اور بے حسی
 نے جانوروں کی حیثیت دے رکھی تھی۔ تاریخ میں
 مدت تک یہ سچت چلتی رہی کہ مردوں کی طرح عورتوں
 میں بھی روح ہے یا نہیں؟ مگر انہوں نے عورتوں
 کو مردوں کا ہم دوش قرار دیا، تعلیم کے دروازے
 ان پر کھولے، ان باب کی جائداد میں ان کا حصہ
 تسلیم کیا، شوہروں کی طرف سے مہر کا ادارہ قائم
 کیا، اخلاف مرضی شادی کو ممنوع کیا، اطلاق اور
 فطخ کے ذریعہ صحبت ناجنس کے عذاب کو دور کرنے
 کا راستہ نکالا، بیواؤں کی شادی کو، کہ سماج کی نظر
 میں مرد و عورتی اہم قرار دیا، غرض ہر حیثیت سے
 ان کے جائز حقوق ان کو دلانے کی کوشش کی۔ اسی
 طرح غلاموں کی حالت ناقابل بیان تھی۔ انہوں نے
 نہ صرف غلامی کے تصور کو خلاف انسانیت قرار
 دے کر اسے مسترد کیا بلکہ اس پر ایسی پابندیاں لگائیں
 اور حسن سلوک کے ایسے نمونے اور اصول قائم کئے
 کہ یہ درست و رفتہ رفتہ ناپید ہوتا گیا اور جہاں کہیں
 غلام باقی رہے وہ بھی گویا خاندان کا حصہ بن گئے
 اور ان پر سے ایک سنگ کتری اور ذلت کا کھنک
 دور ہو گیا۔ غلاموں کے ساتھ سلوک اور احسان اور
 انصاف کی ایسی سنت قائم کی کہ رسول کے گھر میں آقا

اور ملازم کی تمیز یا نکل اٹھ گئی۔ رسول اللہ کی چستی پیش فاطمہؑ
 ذہرائے ساری عمر اپنے گھر میں محنت مزدوری کی،
 ہاتھ کے سب کام کئے۔ کھانا پکا یا، اجھاڑودی، کپڑے
 سننے اور جوہر ایک خادِم (ہفتہ) ہاتھ بٹانے کیلئے
 میسر ہوئیں تو بندھا ہوا معمول یہ تھا کہ ایک دن سارا
 کاغذ کرتیں دوسرے دن ہفتہ کی باری آتی۔ رشتہ
 مساوات کا تھا، آقائی نہ تھی۔ لیکن اسی کا فیض تھا کہ
 ہفتہ نے اپنی محبت، جان نثاری اور وفاداری کے
 ذریعہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں اپنے لئے ایک ایسا مقام
 پیدا کر لیا کہ فاطمہؑ کے ساتھ ان کا نام بھی عزت اور
 عقیدت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ یہی ضرورت اسلام
 کے مؤذن اول بلال کی تھی جو ابتدا میں ایک حبشی غلام
 تھے لیکن ان کا نام آج تک ستارہ عظمت کی زینت ہے۔
 اس تعلیم کا شاید سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس
 نے نسل، رنگ اور ملت اور ذات پات کے چھوٹے عقائد
 کو دور کر کے اخوت اور مساوات کو اجتماعی زندگی کا بنیاد بنا
 اصول قرار دیا۔ اس کے اثر سے ایک حد تک مختلف نسلوں
 قبیلوں اور مذہبوں کے لوگ جو ایک دوسرے سے پرہیز
 رہتے تھے محبت بیگانگی کے ایک سلسلے میں گنبدہ گئے۔
 ایک طرف اس نے خدا کی عظمت اور کبریائی کا نقش انسان
 کے ذہن پر چھایا اور دوسری طرف انسان کو اس کا صحیح
 مقام دکھایا جو نیابت الہی کا مقام ہے جہاں انسان
 اپنی اخلاقی جہد و جہد کے ذریعہ دنیا میں مشیت الہی کی
 تکمیل کرنے کا حوصلہ دکھاتا ہے۔ اس نے خیر و شر کا
 ایک عالم گیر تصور انسان کے سامنے پیش کیا جس سے
 جغرافیہ، مذہبوں کو نظر انداز کر کے انسانوں کو شرافت اور
 اسی دوستی کی بنیاد پر قدموں پر جمع کرنے کی کوشش کی
 کہ وہی اتحاد اور محبت کا راستہ ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے سورہ فاطمہ کی تفسیر کے آخری
 پارہ میں اس سورت کی "تعلیمی روح" بیان کی ہے جو دراصل
 اسلام کی تعلیمی روح ہے اور پیغمبر اسلام کے عالم گیر تصور

انسانیت کی تفسیر۔ پہلے اس سورہ کا ترجمہ پیش کرتا ہوں
 اور پھر مولانا کی تفسیر کے چند جملے جو محمدؐ عربی کی تعلیم اور
 ہر شریف انسان اور سپہ مسلمان کے دل اور دماغ کی
 بہت مؤثر تصویر کرتے ہیں۔ اس سے بہتر خاتمہ اس
 مضمون کے لئے میرے ذہن میں نہیں آسکتا۔

۵ ہر طرح کی رشتہ نشیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام
 کائنات خلقت کا پروردگار ہے جو رحمت والا ہے
 اور جس کی رحمت تمام مخلوقات کو اپنی بخششوں سے مالا مال
 کر رہی ہے۔ جو اس دن کا مالک ہے جس دن (اپنے کلاموں
 کا بدلہ لوگوں کے حصہ میں آئے گا۔ (خدا یا!) ہم صرف
 تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور صرف تو ہی ہے جس سے
 (ہمیں ساری احتیاجوں میں) مدد مانگتے ہیں (خدا یا!) ہم
 پر (معافیت کی) سیدھی راہ کھول دے وہ نا حیران قوموں
 کی راہ ہے جن پر تو نے انعام کیا۔ ان کی نہیں جو بھٹکائے
 گئے اور نہ ان کی جوراہ بھٹک گئے ۱۱

آخری تین آیتوں پر تھمہ کرتے ہوئے مولانا آزاد
 لکھتے ہیں:

پھر وہ خدا سے سیدھی راہ چلنے کی توفیق طلب کرتا
 ہے۔ یہی ایک مدعا ہے جس سے زبان احتیاج آشنا
 ہوتی ہے لیکن کوئی سی سیدھی راہ؟ کسی خاص نسل کی
 سیدھی راہ؟ کسی خاص قوم کی سیدھی راہ؟ کسی خاص مذہب
 ہیئت کی سیدھی راہ؟ نہیں، وہ راہ جو تمام رہنماؤں اور
 تمام راست باز انسانوں کی متفقہ راہ ہے، خواہ کسی جہد
 اور کسی قوم میں ہونے ہوں۔ اس طرح وہ محمدی اور کورائی
 کی راہوں سے پناہ مانگتا ہے۔ لیکن یہاں بھی کسی خاص
 نسل یا قوم یا کسی مذہب ہی گروہ کا ذکر نہیں کرتا بلکہ ان راہوں
 سے بچنا چاہتا ہے جو دنیا کے تمام محروم اور گمراہ
 انسانوں کی راہیں رہ چکی ہیں۔ گویا جس بات کا طلب گار
 ہے وہ بھی نوع انسان کی عالم گیر اچھائی ہے اور جس
 بات سے پناہ مانگتا ہے وہ بھی نوع انسان کی عالم گیر
 بڑائی ہے۔ نسل، قوم، ملک یا مذہب ہی گروہ بندگی اور

امتیاز کی کوئی پرچھائیں اس کے دل و دماغ پر نظر نہیں آتی!

غور کرو مذہبی تصور کی یہ نوعیت انسان کے ذہن اور عواطف کے لئے کس طرح کا سانچا مہیا کرتی ہے؟ جس انسان کا دل و دماغ ایسے سانچے میں داخل کر نکلے گا وہ کس قسم کا انسان ہو گا کم از کم دو باتوں سے انکار نہیں کر سکتے۔ ایک یہ کہ اس کی خدا پرستی، خدا کی عالم گیر رحمت و جمال کے تصور کی خدا پرستی ہوگی دوسری یہ کہ کسی معنی میں بھی وہ نسل، قوم یا گروہ بندی کا انسان نہیں ہوگا عالمگیر انسانیت کا انسان ہوگا اور دعوت قرآن کی اصل روح یہی ہے!

جانتا ہوں کہ اس روح کو مسلمانوں اور دوسرے انسانوں نے بڑی حد تک بھلا رکھا ہے لیکن کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ تادمِ انسانی کے اس دور میں، جہاں بعض مرتبہ تہذیب اور بربریت کی حدود میں امتیاز ناممکن ہو جاتا ہے دنیا کو اس پیغامِ محبت اور تصورِ انسانیت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے!

بہنوں ماؤں اور بیٹیوں کیلئے موتیوں سے زیادہ قیمتی مضامین کی چند نفیس کتابیں

عورت کیا کچھ کر سکتی ہے | کیا ہم مسلمان ہیں | کے مؤلف نفیس نوبہ

عشاقی کی محترم اہلیہ خدیجہ فزیدہ عثمانی کے مشہور پارے جو ماہنامہ "بتول" میں چھپ کر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ایران کے سفیر گورنر میں ڈبے ہوئے تاریخی واقعات۔ سورا دیو پیر

حضرت خدیجہ الکبریٰ | ہمارے حضورؐ کی زوجہ | اول ہمارے محترم ترین ماں حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کی سبق آموز سیرت، پچاس پیسے

فردوس کی راہ | دلچسپ کہانیوں کے روپ میں ہستی | اصلاحی مواد۔ معاشرتی اصلاح کے چند اہم اجزاء کی خوبصورت نشاندہی۔

قیمت حصہ اول، دو روپے ۲۵ پیسے حصہ دوم ساڑھے تین روپے

تعمیر حیات | پیشین انداز میں اخلاقی تعلیمات کی ترقی بخشہ | گھر میں کام آئیوں کے اسلامی یا کیزہ و خشنود کو کب کے نام سے۔ قیمت ۱۔ دو روپے ۵۵ پیسے
مشہور صاحب قلم نصابہ خان عزیز کے نفیس شجاعت نام، دلچسپ تاریخی واقعات کے ذریعہ اخلاقی فاضل کی تعلیم و تکریم۔ ڈھائی روپے
کتب تجلی دیوبند۔ یو۔ پی۔

۱۔	۲۔	۳۔	۴۔
عورت کیا کچھ کر سکتی ہے	عورت کی راہ	حضرت خدیجہ الکبریٰ	تعمیر حیات
۱۰ روپے	۱۰ روپے	۱۰ روپے	۱۰ روپے

آپ کا تقریباً ۲۵ سالہ پرانا خادم

آنکھوں کے جملہ امراض و تمام کمزوریوں کے لئے درخشندہ ہیلتھ

سہنوز باقی ہے۔

جناب ذوق صبر ندوی کی صحبت میں جلسہ مرشد صاحب سے ملاقات ہوئی پہلی نظر میں وہ سادہ سے نظر آئے، لیکن جو بڑی ذہن پرست قریب آکر بیٹھے، نظروں میں سمائے چلے گئے۔ ان کے حسنِ نظم سے ان کی نفاستِ طبع اور دلاویز شخصیت بھل کر رہی تھی۔ سفید کپڑوں میں ہلکے ہلکے نظر آ رہے تھے۔ قریباً ایک گھنٹے تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ مجھے محسوس ہوا کہ دیکھتے تھے ہم میں اعتماد اور عزائم کی تنگی تھی کیسی تیزی اور اعلانِ عشق کی بے پناہ جرات موجود ہے۔ ذرا اٹھا ہوا قد فراخ پیشانی اور آنکھوں میں امید کی جھلک، سچاس کا سین ہے لیکن چالیس سے زیادہ کے نہیں گنتے۔ علم کی بیاس آنکھیں کتا بول کے لئے جین رکھی ہے۔ ان کے پاس ایک نہایت ہی عمدہ لائبریری ہے۔ فارسی کے بیشتر اشعار یاد ہیں عربی روانی سے بول لیتے ہیں۔ قرآن کا تراجم حفظ ہے اردو اور بنگلہ پر یکساں قدرت ہے۔ انگریزی ادب پر پورا عبور حاصل ہے۔ ان کی بیشتر تقریریں اور خطبے ادب کا عمدہ نمونہ ہیں۔

پہلے کے روز انٹرویو ہو سکا، اتوار کی شام کا وعدہ بیکر اٹھا۔ اٹھ کر چلا تو آیا، لیکن جلسہ صاحب کی پیاری شخصیت جو گزرا کر چکی تھی سے

اس نے اپنا بنگلہ چھوڑ دیا

کیا اسیری ہے کیلہ باقی ہے

اتوار کی شام کو پانچ بجے میں جلسہ صاحب کی اقامت گاہ میں داخل ہو رہا تھا۔ گھر سے ہونے والوں کی ادٹ میں یہ سرخ عمارت ثنوی سحر البیان کی روانی نفاذ کا منظر پیش کر رہی تھی۔ وہ کتا بول کے درمیان گھر سے ہونے والے تھے، مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور تبسم لہجے میں کہنے لگے۔

”آج آپ تمہارا ہیں، کیا آپ کے ساتھی نے ساتھ چھوڑ دیا ہے پھر آہستہ سے کہا:

”آج کل ساتھ دینا کچھ اتنا آسان بھی تو نہیں؟“

طرزِ ادا کی شگفتگی نے اس جگہ کو اور بھی سادہ بنا دیا تھا۔ میں ابھی اس سے لطف اندوز ہو ہی رہا تھا کہ جلسہ صاحب نے

اپنی آنکھوں پر سے عینک اتارنے ہوئے کہا:

”یہ زندگی جو ہمیں کتنی عزیز ہے، اور جسے ہر گھنٹے بنانے کے لئے ہم اصولوں کو بھی چھوڑ کر دیتے ہیں، اور جس کی خاطر ہم کئی کئی بار مر لیتا بھی گوارا کر لیتے ہیں، وہ زندگی بھی آخر کار ہمارا ساتھ چھوڑ دیتی ہے؟“

”تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ زندگی مستعار ہے، اس نے ہمیں اسے زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہئے،“ میں نے باتوں کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے سوال کیا۔

”جی نہیں زندگی قدرت کا عطا کیا ہوا سب سے حسین تحفہ ہے لیکن اس کی اصل قدر وقت ہم اپنے افعال سے متعین کرتے ہیں ایمان و ایقان سے لبریز دل، زندگی کو ابدی بنا دیتے ہیں۔ اصل پر چلنے والے قدم، امرٹ نفوس مرسم کر جاتے ہیں اور جھکوڑانے عشق کی دولت عطا کی ہے، ان کی حاکمیت سے زندگی انجم لیتی رہتی ہیں۔ ایک زندگی وہ بھی ہے جو دولت کی آگ سے روشن ہو اور پھر اسی آگ میں جل کر ختم ہو جاتی ہے۔“

”آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ زندگی میں سادگی خوشحالی کے لئے،“

تنگ و دو زندگی کی عظمت کو گٹھا دیتی ہے؟“

جلسہ مرشد صاحب نے چلنے کی پائی کو بوتلوں سے جلا کتے ہوئے کہا:

”خوش حالی کا حصول اپنی ذات میں کوئی بری بات نہیں لیکن دولت کو زندگی کا سب سے بڑا مقصد ٹھہرا لینا یقیناً زندگی کی عظمت کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ دولت کا پرستار کسی کوئی عظمت کی بات نہیں کر سکتا۔ دولت چھین جانے کا خوف اس کے قدموں کو تیز لڑل رکھتا ہے اور اس کی دانتیلیوں کے زاویوں بدلتے رہتے ہیں۔“

جلسہ صاحب کی آواز اعتماد کے آہنگ سے پھوٹ رہی تھی اور وہی کے تانے بانے کو درم پر جم گئے، وہی تھی، باقی ہمیں کا پجاری ضمیر کے حرم میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ جو لوگ وقتی مصلحت کے پیش نظر زہرہ سستی کا ذہن پیدا کرتے ہیں، وہ دراصل اپنی موت کا سامان خود کرتے ہیں جب آپ ایک شخص کو دولت کا رسیا بنا دیتے ہیں، تو وہ صرف اتنی

لئے کے لئے بعض کائنات رکتی ہوئی محسوس ہوتی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے مرشد صاحب کی آواز بلند ہوتی۔
 ”خدا کی قسم حسب رسول کے بغیر ایسا ہی کیفیت اور ہی شور پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس ذات کی محبت میں ڈوبے بغیر زندگی کا صحیح مفہوم آشکارا نہیں ہوتا اور انسان اپنی حقیقی عظمت سے نا آشنا ہی رہتا ہے۔“

”مرشد صاحب، یورپ نے ”عظمت آدم“ کا جو ٹیٹل پیش کیا ہے، کیا وہ عصری تقاضوں کے زیادہ مطابق نہیں ہے؟“
 جسٹس صاحب نے تاریخ کے پروردگار سے شکر یا فی انذار اختیار کرتے ہوئے کہا:

یورپ میں جو آج علمی فکری اور سائنسی گماگمی نظر آتی ہے اس کا سرچشمہ مسلمان علماء اور فضلاء میں یورپ کی انشاء ثانیہ مسلمانوں کی مہم جوئی منت ہے۔ اگر آپ یورپ کے علمی ذخائر کا تاریخی پس منظر میں جائزہ لیں تو آپ کو یہ نظر آئے گا کہ طوائف پیرا بن خلدون کے افکار کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔ MEDICAL (طب) کے ارتقا میں بومل سینا کا علمی سرمایہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ علم نجوم میں ابھی تک مہر خیرام سے استفادہ کر رہے ہیں اور اب یہ حقیقت مجھ پر واضح ہوتی جا رہی ہے کہ اصول قانون PRUDENCE JURIS پر ابوضیفہ کے فکری اثر بہت گہرے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم یورپ سے اس قدر مرعوب کیوں ہیں اور ہم اپنے مسائل یورپ کے دماغ بومل کرنے کی بجائے اپنے دماغ سے کیوں نہیں سوچتے، کم از کم میں قانون کے متعلق یہ بات پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان فقہاء آتنا بیش قیمت سرمایہ چھوڑ گئے ہیں کہ اس پر فخر کیا جا سکتا ہے اور اس سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔“

”جسٹس صاحب، کیا قانون کا یہ ذخیرہ جس میں ایک عرصہ سے کوئی اضافہ نہیں ہوا، موجودہ زندگی کے پیچیدہ مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟“

جسٹس صاحب نے ایک لمحے کے لئے لاٹبریری کی کتابوں پر نظر دوڑائی اور سر کو قدر سے بند کرتے ہوئے جواب دیا:
 زندگی ایک تسلسل کا نام ہے۔ زندگی کی ضروریات اور

دینک آپ کے ساتھ رہے گا جب تک اسے کوئی آپ سے ترازو لالچ دینے والا نہیں ملتا۔ اگر آپ کا دشمن اس کی زیادہ قیمت لگا سکتا ہے، تو وہ آپ کو چھوڑ کر آپ کے دشمن کا ساتھ دے گا۔ اگر بے ضمیر افراد پیدا کر کے آپ کو کسی ہم سر کر سکتے ہیں، یہ سوچنے کی بات ہے، لیکن ہم شاید گزرتے گزرتے کے بعد بھی سوچنے کے عادی نہیں۔“ جسٹس صاحب، کیا ہم زبردستی کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں؟“

”چھٹکارا تو حاصل ہو سکتا ہے بشرطیکہ غلو ص نیت سچم لسا کرنا چاہیں۔ دین کا صحیح شعور زبردستی کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔ اخلاقی اقدار کا بھرپور احساس انسان کو اتنی اونچی سطح پر لے آتا ہے جہاں سے دولت ایک حقیر سا نقطہ نظر آئے لگتی ہے۔ ہمیں فخری کہ اسلام نے ایسے عظیم افراد پیدا کئے اور ایسا صحت مند معاشرہ قائم کیا جس میں سب سے زیادہ اہمیت مقصد حیات کو حاصل تھی جتنو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ تو پوری انسانیت کا بچھڑ ہیں، ہم آخری زمانے پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اور تک زریب کی عظیم الشان شخصیت نظر آتی ہے۔ یورپ سے ہندوستان کا فرمانروا ہونے کے باوجود وہ قرآن مجید کی کتابت کر کے اپنی روزی کمانا تھا۔ میرے پاس اور تک زریب کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن ہے۔ جب میں اس کی تلاوت کرتا ہوں، تو نہ جانے میری آنکھوں کے آنسو کیوں ڈھلک آتے ہیں۔ ایسے درویش صفت انسان صرف اسلام ہی پیدا کر سکتا ہے۔“

”جسٹس صاحب، جس زہنی شعور کا آپ نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے وہ کیوں پیدا ہو سکتا ہے؟“

مرشد صاحب کی برہنہ آنکھیں، عزم و ایقان کی لیلیف شعاعوں سے منور تھیں۔ ان کا چہرہ عقیدت و احترام کی کیفیتاً کا مظہر تھا۔ ان کے دل میں خاموش طوراً نوجوان موجود تھا۔ انہوں نے جذبات کو الفاظ کا جامہ پہنانا چاہا، لیکن الفاظ ساتھ نہ دے سکے۔ پاکیزہ جذبات اپنے ابلاغ کے لئے کسی پاکیزہ دل کی دھڑکنیں تلاش کر رہے تھے۔ میرے دل نے دفر شوق میں دھڑکنا چاہا، لیکن گناہوں کے احساس سے دل بیٹھے لگا ایک

مسائل میں ارتقا کا اصول کا رفرمانظر آتا ہے۔ جن مسائل سے انسانیت صدیوں پہلے دوچار تھی وہی مسائل آج ہیں دلچسپی میں — مسلم فقہاء نے اپنے اپنے ہند میں کتاب و سنت اور ناجول کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی۔ ان کی کوششوں سے ہم یقیناً فائدہ اٹھا سکتے ہیں میں آپ کو اپنی مثال دیتا ہوں مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت یورپین ماہرین قانون کی طرف رجوع کرنے سے پہلے میں اپنے فقہاء کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے فقہاء کے فیصلے اور وہ اصول قوانین جن کی بنیاد پر وہ فیصلہ کرتے تھے، یورپ اور امریکہ کی عدالتی نظائر سے زیادہ بہتر ہیں۔ عدالتی فیصلوں میں قرآن، سنت اور فقہ کے حوالے دینا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ آخر ہم کب تک یورپ کی تقلید کرتے ہیں یہیں اپنے اقربا اعتماد کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔“

اسی ضمن میں میں نے ایک نہایت ہی نازک سوال اٹھایا ”کیا آپ اسلامی قانون میں اجتہاد کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟“

مرشد صاحب نے قانون میں فلسفے کا پوئند لگاتے ہوئے کہا:

”ہر زندہ معاشرے کے لئے اجتہاد ضروری ہے۔ اجتہاد کیا جائے تو معاشرے میں نیا خون پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن ہم فرہمی بے راہ ردی کو اجتہاد کا نام نہیں دے سکتے۔ وہ اصول اور مادی جن کا مقصود ہونا ثابت ہے۔ ہم ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کر سکتے۔ یہی تو ہماری زندگی کی عمارت کے بنیادی پتھر ہیں۔ باقی تمام معاملات میں ہمیں غور و فکر کا حق حاصل ہے لیکن صرف ان لوگوں کو جو قرآن، سنت اور فقہ کے تمام ذخائر پر گہری نگاہ رکھتے ہوں اور جو نئے مسائل کی ماہیت کو سمجھتے ہوں اور ان کا ایسا عمل تلاش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں جو قرآن و سنت کے مجموعی مزاج سے ہم آہنگ ہو یہ کھٹن کا ادبی ارباب بصیرت کر سکتے ہیں جن کی سیرت و کردار پر اعتماد کیا جاسکتا ہو۔“

جسٹس صاحب اردو زبان میں فارسی اشعار کی شیرینی

گھولتے رہے تھے، کبھی کبھار وہ انگریزی زبان بھی استعمال کر جاتے تھے۔ انگریزی لٹریچر نہایت رواں اور سستہ تھا۔ اس روانی اور شیرینی سے لطف اٹھاتے ہوئے میں نے ایک نیا نیا سوال پوچھا:

”کیا وہ لوگ اسلامی قانون کی صحیح تعبیر پیش کر سکتے ہیں، اسے حقیقی روح کے ساتھ نافذ کر سکتے ہیں جن کی زندگیوں اسلام کے اثرات سے خالی ہوں اور جنہوں نے اس قانون کے مطالعے میں کبھی وقت نہ لگایا ہو۔“

مرشد صاحب نے بلا تاخیر جواب دیا:

”ہرگز نہیں، اسلامی قانون کے مطابق وہی فیصلہ کر سکتے ہیں جن کی سیرت و کردار میں اسلامی تعلیمات رچی بسی ہوں اسلامی قانون اپنی تعبیر اور نافذ کے لئے صالح ذہن اور اسلامی مزاج کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر اس قانون کو غیر اسلامی اذیان نافذ کریں گے، تو انھوں اور پیچیدگیوں کے سوا اور کچھ حال نہ ہوگا۔ رات کے ساڑھے سات بج چکے تھے شام کے سامنے

اگرے ہوتے جا رہے تھے۔ باد نسیم غنیمت پائے دل گرفتہ کے راز معلوم کرنے کے لئے رک رک کر چل رہی تھی۔ اچانک ایک کلی چلنی، اس نے صبا کے کان میں کچھ کہا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہوا کی رفتار تیز ہو گئی۔ شاید کلی نے صبا کو بہت دور رہنے والے محبوب کے نام کوئی پیغام دیا تھا اور ہوا اسی پیغام کو جلد سے جلد پہنچا دینا چاہتی تھی۔ مجھے خیال آیا کہ ہوا انسانوں سے زیادہ ذمہ داری اور رازداری کا احساس رکھتی ہے۔

کمرے کی کھڑکی سے باہر منظر جوانی کے اظہار سے زیادہ حسین تھا۔ میں واقعی کچھ دیر کے لئے اس میں کھو گیا جب خارجی مائول میں گٹھائیں جھوم کر آتی ہیں تو اندر کا پیرہنا بیٹھے بول الائیو لکاتا ہے۔ ایسے میں میں بے اختیار ہوجاتا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ کس پابکار میں جذب ہوجاؤں۔ لیکن ابھی اپنا وجود راستے میں حائل ہی مجھے جلد ہی سنسن صاحب کی موجودگی کا احساس ہو گیا۔ اپنے آپ کو سمجھالاکچھ بھی یاد نہ رہا تھا کہ سلسلہ کلام کہاں تم ہوا تھا۔ پانی کا ایک گلاس پیا اور خیالات کو مجتمع کرنے کی کوشش کی ہم اسلامی قانون پر بات کر رہے تھے۔ اسی موضوع پر میں نے

عملی نوعیت کا سوال کیا۔

” ہم وہ کونسی تدابیر اختیار کر سکتے ہیں جن کے ذریعے ہم اس قانون و احکامات حضرت اسلامی قانون کا صحیح فہم حاصل کر سکیں؟“
مرشد صاحب کی آنکھوں میں غور و فکر کے ڈورے اچھلنے لگے۔ انہوں نے کچھ سوچنے کے بعد جواب دیا:

” یہ کام تمدنی کا تقاضا کرتا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں اس پرانے نظام کی طرف لوٹنا چاہئے جس میں بھٹی یا ساتویں جہت سے ہر طالب علم کے لئے کلاسیکل زبان لینا لازمی تھا۔ اس کا یہ فائدہ تھا کہ طلبہ عربی یا فارسی میں سے ایک زبان پھر دیتے تھے اور اس زبان میں خاصی سوجھ بوجھ پیدا ہو جاتی تھی یہ سوجھ بوجھ آئندہ کی زندگی میں بہت مفید ثابت ہوتی تھی۔ اس نظام کو رائج کرنا چاہئے اس کے ساتھ ساتھ ان طلبہ کیسے جو آگے چل کر قانون پڑھنا چاہتے ہوں عربی زبان کو لازمی قرار دیا جائے۔ عربی کا نصاب کچھ اس طرح مرتب کیا جائے کہ بی اے اور کلاسیک میں عربی کی اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ کتاب اور سنت سے براہ راست استفادہ کر سکے۔ پھر قانون کا نصاب ایسا ہونا چاہئے کہ اس میں بنیادی حیثیت اسلامی قانون کو حاصل ہو۔ اگر ہم تدریج یہ اقدامات کرتے چلے جائیں تو مجھے امید ہے کہ آئندہ آٹھویں برسوں میں ہم ایسے افراد تیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جو اسلامی قانون کی روح اور اس کے مزاج سے ہماری طرح واقف ہوں گے۔“

جسٹس صاحب نے جن تدریجی اصلاحات کا ذکر کیا وہ ارباب دانش کیلئے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر ہمیں اس سرزمین میں اسلامی قانون کو فی الواقع نافذ کرنا ہے تو پھر ایسے اقدامات ناگزیر ہیں جن سے وہ دماغ تیار ہوں جو اسلامی قانون کی صحیح فہم و تشریح کر سکیں؛ ورنہ خالی باتوں سے کوئی سچا فہمور پذیر نہ ہوگا۔ یہ کتنے اچھے کی بات ہے کہ پوری قوم اسلامی قانون کے لئے عقلی محسوس کر رہی ہے، لیکن وہ کوئی ایسا ملکی قدم نہیں اٹھاتی جس سے یہ عقلی بھٹکے ہماشاہد یا پھر آپ کو کچھ دیر تک اور بے وقوف بنا لیں، لیکن باہر کے لوگ ہماری جماعتوں کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

”جمہوری نظام میں عدل کا سب سے اہم فریقہ کیا ہوتا ہے؟“
”قانون کی بالادستی قائم کرنا جسٹس صاحب نے جہت سے کہا۔“
”لیکن اگر جمہور کے نمائندے ایسے قوانین بنانے لگیں جو عدل کے مندرجہ ذیل امور سے ہم آہنگ نہ ہوں تو پھر عدل کیا رول ادا کرتی ہے؟“

مرشد صاحب نے مجھ پر غور و نگاہ ڈالی وہ چار لمحوں کے لئے کچھ سوچا اور پھر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہنے لگے:
”ہماری یہ کوشش ہوتی ہے کہ قانون کی تشریح انصاف کے تقاضوں کے مطابق کی جائے۔ ہم قانون کے خلاف کوئی نظریہ نہیں کر کے اس کی سعی کرتے ہیں۔ ہمارا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ قانون میں احترام انسانیت کی روح جاری و ساری ہو کیونکہ اس روح کے بغیر قانون کو اچھا قانون نہیں کہا جاسکتا۔ دراصل قانون کا روح کے درمیان بہت گہرا تعلق ہوتا ہے جس کی طرف تھیوت قانون کو مبنا کرتی ہے اور اس کے آزاد فضاء میں وسیع ہونے کیلئے قانون کو انصاف کا مظہر بنا دیتے ہیں۔“

جسٹس مرشد صاحب کی خیال افروز باتیں میرے ذہن کو روشن کرتی جا رہی تھیں۔ میں نے سوچا کہ جس کا فریقہ کتنا مقدس اور نازک ہے۔ یہ نزاکت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جس کو آزاد فضاء میں سوچنے کیلئے اور فیصلہ کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے اس کی ذہنی اتنا داس کا فکری ارتقا اور اس کا عصبی کردار قانون کی بالادستی قائم کرنے میں سب سے زیادہ اہم رول ادا کرتا ہے اس اعتبار سے سوسائٹی میں وہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔

عدل میں انصاف کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے میں نے جسٹس صاحب سے سوال کیا کہ ان کے ذہن میں عدل و انصاف کا بنیادی تصور کیا ہے؟ انہوں نے مسد کو ایک خاص جنبش دیتے ہوئے کہا:

”میں نے عدل کا تصور قرآن کے ایک لفظ ”میزان“ سے اخذ کیا ہے۔ میزان کے دو پڑے ہوتے ہیں۔ اس سے میں نے یہ استنباط کیا کہ اس درخت تک انصاف نہیں ہو سکتا جب تک فریقین کے دلائل نہ سننے جائیں اور دونوں کو اپنی

صحنائی کا پورا موقع نہ دیا جائے صفائی کا موقع دینے کی بجائے کسی شخص کے خلاف قانون کو حرکت میں لانا ایک طرز فیصلہ کر دینا میزان کے تصور کے خلاف ہے۔ میں انصاف کے ہی تصور کو سب سے زیادہ جاس اور انسانی وقار کے مطابق سمجھتا ہوں۔

جنس صاحب آپ نے مختلف نظامہ کے قانون کا مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے آپ کو کس نظام قانون میں عدلیہ سب سے زیادہ آزاد اور باوقار نظر آئی؟

مرشد صاحب کی کشادہ پیشانی پر سوچ بچار کی شکستیں ابھر آئیں جیسے وہ مختلف نظامہ کے قانون کا تقابلی موازنہ کر رہے ہوں۔ ایک دو منٹ بعد ان کا چہرہ گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا۔ انھوں نے اعتماد کی ایک خاص اداس کے ساتھ کہا:

”میں یہ پوری دیانت کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ اسلام نے عدلیہ کو جو آزادی اور وقار عطا کیا ہے وہ کسی اور نظام میں موجود نہیں۔ میں اپنی بات کو واضح کرنے ایک تاریخی واقعہ سہانا ہوں یہ واقعہ اگرچہ اسلامی تاریخ کی اکثر کتابوں میں ہے لیکن میں لینا پول کے قتل کے واقعہ سے متاثر ہوں۔ اس واقعے کے وقت میں بعض اذہان ایسے ہیں جو پوری قوم کے سوا، اور کسی کو مستند نہیں سمجھتے۔ ان کے تفصیلات کچھ یوں ہیں:

کسی شخص نے سلطان صلاح الدین ایوبی کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا۔ جس مقام پر مقدمہ دائر کیا گیا صلاح الدین وہاں سے سینکڑوں میل دور تھا۔ قاضی نے سلطان کو اپنی عدالت میں طلب کیا۔ صلاح الدین مترنم سے کہتا ہوا عدالت میں حاضر ہوا۔ قاضی نے فریقین کی باتیں سنیں اور فیصلہ صلاح الدین کے خلاف سنایا۔ مقتدا علی اپنے خلاف فیصلہ سننے کے بعد خوشی سے کھل اٹھا اور اپنا چوڑا تار تار ہونے قاضی سے مخاطب ہوا:

”اے قاضی اگر تم فیصلہ میرے حق میں کر دیتے تو اس کووارسے کو میں چوڑے کے اندر جھپائی ہوتی تھی تمہاری گردن اڑا دیتا۔“ قاضی نے یہ سکر فرسش کا ایک کنا لایا اٹھا اور بلا خوف بظہر کہا:

”اگر تم عدالت کے فیصلے کے خلاف سرتابی کرتے تو میں

درے سے تمہارا بدن ہوا ہمان ہو چکا ہوتا۔“ یہ کوئی سمجھتی واقعہ نہیں ہے۔ یہ قانون کی حکمرانی کی سب سے عمدہ مثال ہے جس نظام میں عدالت کا اتنا اونچا تصور ہو اور جس میں وقت کے فرما زور کو ایک عام شہری کی حیثیت دی گئی ہو اس سے بہتر اور کونسا نظام ہو سکتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں عدلیہ کی آزادی کا بڑا غنڈہ ہے، مگر اس آزادی کو اسلام کی دی ہوئی آزادی سے کیا نسبت ہے؟

میں نے اسی موضوع پر آخری سوال کیا: ”کیا قانون مجرد اپنی طاقت سے سوسائٹی میں تبدیلی کرنا ادا کر سکتا ہے؟“

”جی نہیں قانون کے لیے جب تک مضبوط اخلاقی قوت نہ ہو اس وقت تک وہ دریں نتائج برآں نہیں ہو سکتے، زندگی کے ہر شعبہ میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو سبھی بچے فرد کی آزادی سلب ہو گئی۔ اچھے قانون کے لئے اتنا اخلاقی قوت ہی پیدا کرتی ہے۔ اخلاقی قوت سے بے نیاز ہو گئے قانون بھی زمین کے جا میں گئے وہ دلوں پر حکومت نہیں کر سکیں گے قانون کو کم سے کم معاملات میں دخل دینا چاہئے اور زیادہ امور کو اخلاقی جس پر چھوڑ دینا چاہئے۔ قانون کا تسکیم جتنا زیادہ سخت ہوتا ہے۔ لاقانونیت اتنی ہی زیادہ اندر ہی اندر راہ پاتی جتی ہے۔“

گھڑی کی سوئی آٹھ بجی۔ رات کے بیٹے دریا میں کسی زلف سیاہی گھول رہی تھی۔ اس اندھیرے سے گھبرا کر خیال گذرا کہ مرشد صاحب کی زندگی سے روشنی حاصل کی جائے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دوسروں کی پاکیزہ زندگی کو دیکھ کر اپنی سیکاری پر تداامت ہونے لگتی ہے۔ اور کیا معلوم ندامت و شرمساری کا یہی احساس خدا کو پسند آجائے۔

اتنے میں مرشد صاحب کا ملازم دروازے پر آیا اور چہچہاتا نے اسے جانے کی اجازت دیتے ہوئے کہا:

”خدا حافظ“

میں اب مرشد صاحب کے حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے پر قول رہا تھا۔ اس وقت مجھے جنس کی اپنی مرحوم کا وہ

ہوں، درنہم حسن ماحولہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ اس میں اس کے لئے کہاں کچھ نسیب ہے۔ تمام دن کی دفتری مصروفیات کے بعد وہ عصر کی نماز سے نیکو مغرب کی نماز تک اپنے شیخ کی صحبت میں رہتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد ہمارے گھر علماء و فضلاء والا اہل تصوف جمع رہتے تھے۔

وہ ایک علیحدہ کمرے میں عبادت کیا کرتے تھے۔ میرا اس کمرے کے پاس سے جب بھی گذر ہوتا، میں انھیں زار و قطار روکتے ہوئے دیکھنا ان مناظر نے میرے دل میں خشیت الہی کا احساس راسخ کر دیا۔ مجھے اب جب بھی والد صاحب کا چہرہ آنسوؤں میں دھلا ہوا یاد آتا ہے تو مجھ پر وقت طاری ہو جاتا ہے ان کی ایک اور خوبی جس نے میری تکمیل سیرت میں نمایاں حصہ لیا وہ صبر و استقامت کی بے پناہ قوت تھی۔ میں نے انھیں مصائب میں کبھی ہراساں ہوتے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا دل عطا کیا تھا کہ وہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی دامن ضبط ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔

انہوں نے گھر میں ایک اور اچھی روایت قائم کی تھی۔ وہ نہیں اس بات کی پوری آزادی دیتے تھے کہ ہم آداب کی حدود میں رہتے ہوئے ان کے افعال و نظریات کے بارے میں کھل کر بات کر سکیں۔ اس کا نتیجہ نکلا کہ جہاں ہمارے مزاج میں جمہوری روایات کو نشوونما پانے کا موقع ملا وہاں ہمارے دلوں میں والد صاحب کے لئے بے پناہ محبت و احترام پیدا ہوا۔ خوف، نفرت کو ختم دیتا ہے اور آزادی حقیقی احترام کی خالق ہے والد صاحب اس بات پر خاص زور دیا کرتے تھے کہ ان کی اپنی اخلاقی اقدار سے بچنا جانا ہے۔ سب سے اچھا انسان وہ ہے جس میں نیکی اور بدی کی تیز موجود ہے۔ جب کبھی زندگی میں حالات کی تشدید پر نظر رکھنے لگتے ہوں تو والد صاحب کا مقولہ یاد آجاتا ہے اور قدم آگے بڑھنے سے روک جاتے ہیں۔

والد صاحب کے بعد جو لوگ میری زندگی پر اثر انداز ہوئے وہ علماء اور صوفیاء تھے۔ مجھے ان کی صحبت میں رہنے کا اکثر اتفاق ہوتا تھا۔ ان کا علمی بجز ان کی سادگی اور عشق رسولؐ میں ڈوبے رہنے کی کیفیت اور ان کی دعوت قلبی

فقہہ یاد آجاتا انہوں نے اس وقت کہا تھا جب میں نے ان کی حالات زندگی کے بارے میں پوچھا تھا،
"لوگوں کو میرے حالات زندگی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے، انھیں خشک روداد سنا کر پورے نیچے"
میں نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

"کیا میں مرشد صاحب کے حالات زندگی شائع کیے تو ان کے صبر کا امتحان لوں گا؟"

وہ دن نے نفی میں جواب دیا۔ زندگی کی روداد ہمیشہ دلچسپ ہوتی ہے خصوصاً ان لوگوں کی رودادیں جو تند و تیز ہوا کے پھینٹروں میں چراغ جلائے کا حوصلہ رکھتے ہیں یہ جاتے ہوئے کہ نہ جانے کونسا فخریہ شمع جلات کھل کر دے۔

میں نے مرشد صاحب سے پوچھ ہی لیا:
"آپ کی شخصیت بنانے میں کن کن لوگوں کا حصہ ہے؟"
مرشد صاحب میرے سوال کو سنکر یکدم خاموش ہو گئے وہ شاید گزرے ہوئے واقعات کو ترتیب دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ ماضی ہمیشہ حال سے زیادہ حسین نظر آتا ہے۔ شاید اس لئے کہ وقت عہد ماضی کے زخموں کو مندمل کر دیتا ہے اور دل کے زخم ابھی تازہ ہوتے ہیں پھر ویسے ہی بچپن کا زمانہ آزاروں اور بے فکر یوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ آزاد کا ادب کتنا سہانا ہوتا ہو مرشد صاحب ماضی کی یادوں کا سہارا لیتے ہوئے بولے:
"میں ۱۹۱۷ء میں جھانگیر دھرمی بنگال کے مقام پر پیدا ہوا میری شخصیت کے بنانے میں سب سے زیادہ حصہ میری خاندانی اثرات کا ہے۔ خاندان کے مورث اعلیٰ سادات میں سے تھے اور شاہ جہاں کے عہد میں فقیر کی حیثیت سے یہاں آئے تھے۔ قالی اللہ وقار لٹریچر میں انہوں نے ساری زندگی گزاری میرے والد بزرگوار عبدالملک سلوک و لطیفیت کی کئی منزلیں طے کر چکے تھے۔ میری زندگی پر ان کا بہت گہرا اثر ہے۔ انہوں نے انگریزی ملازمت اختیار کر لی تھی جب میں نے شعور کی آنکھ کھلی تو وہ اس وقت کشری کے عہدے پر فائز تھے۔ میں نے ان کی زندگی کو بہت باقاعدہ پایا۔ صبح کے وقت قرآن کی تلاوت کر لیتے تھے یہ اپنی کا فیض ہے کہ میں بچا باقاعدگی سے قرآن کی تلاوت کرتا

کبھی فراموش نہیں کر سوں گا۔ ان بزرگوں کے طہنیل مجھے فارسی اور عربی سے شغف پیدا ہوا اور ان ہی کے فیض سے دین کا سونو پختہ ہوا۔

انگلستان کے دوران قیام میں ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۹ء تک میں نے جمہوریت کا بنیادی تصور عملی زندگی میں چلتے پھرتے دکھنا اور اس مشاہدے سے میرا جمہوریت پر یقین اور پختہ ہو گیا۔ فرد کی آزادی کا جتنا جان شور میں دین سے لیکر آیا ہوں اور یہ شور میری زندگی جزو لاینفک بن گیا ہے۔ مجھے فرد کی آزادی میں اتنا نظر آتا ہے اور اس شخص کی مخالفت میری سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

مرشد صاحب کی زندگی کے ایوان و چشمہ سب بھی ہیں اور ایمان آفرین بھی اور یہ ان لوگوں کو دعوت نکرتے ہیں جن کے ہاتھ میں موجودہ نسل کی قیادت ہے۔ لیکن آج کل شے داری کی بات کون سنتا ہے صرف حقوق کی بات کہئے۔ یوں تو اپنا حق لینا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا ذمہ داری کو ادا کرنا، لیکن حقوق پر ذمہ داریوں کو مقدم حاصل ہے۔ لوگ باگ عموماً اس نکتے کو فراموش کر دیتے ہیں جس کی بنا پر زندگی میں توازن قائم نہیں رہتا۔

”مرشد صاحب آپ کو کون کس کتابوں نے متاثر کیا؟“

”کتاب اشتراک اور کتب احادیث کے بعد میں اجیاد العوام“ اور فتوح العیب“ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اقوال سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں میرا سیرت النبی میرا محبوب ترین موضوع ہے اور میں زیادہ تر آنحضرت کے شمائل کا مطالعہ کرتا ہوں۔

میں نے ڈرتے ڈرتے ایک نہایت ہی نادرک سوال پوچھا: ”کسی ایسے مقدمے کی روداد سنائیے جسے آپ اپنی زندگی سب اہم مقدمہ سمجھتے ہیں؟“

”ہمارے لئے ہر مقدمہ اہم ہے۔ جو بھی مقدمہ ہمارے سامنے آتا ہے، اس میں ہمارے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے۔ ہر وقت یہ دھڑکا لگتا رہتا کہ کہیں نعرہ نہیں نہ آجائے۔ آخر ایک دن ہمیں خدا کے حضور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔“

سوا آٹھ بج رہے تھے اور میں مرشد صاحب سے آخری سوال پوچھ رہا تھا: ”کیا آپ امریکہ بھی گئے ہیں؟“

”جی ہاں میں امریکہ گیا ہوں“
”آپ کو وہاں کی کوئی چیز پسند آئی؟“
..... ایک لمحے کے لئے رکتے ہوئے بولے:

جی ہاں ان کی تاریخ کا وہ درہمیت پسند آیا جس میں انھوں نے انگریزی استعماریت کے خلاف جدوجہد کی تھی۔ اس سرزمین میں انگریزی استعماریت ہندوستان سے بھی زیادہ مجباً تکھی اس قوم میں آزادی کی تڑپ پیدا ہوئی ہے سرد سامان جیلے آگے بڑھے سنگینوں نے ان کا راستہ روکنا چاہا، لیکن آزادی کے شہدائی سینوں پر زخم کھا کھا کر آزادی کے نقش و نگار بناتے چلے گئے۔ امریکہ کا اعلان آزادی دنیا کے چند ایسے اعلانات میں سے ایک ہے اور اسے بڑھ کر ایک نئی انگ اور دلالہ پیدا ہوتا ہے۔ تاریخ کے مطالعے سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جب کبھی کوئی طاقت ظلم و تشدد کے اوجھے ہتھیاروں پر اترا آتی ہے تو بے بس اور بے طبعی اس طاقت کو توڑ پھوڑ دیتے ہیں دراصل کسی طاقت کا تشدد برائتر آتا اس بات کی علامت ہے کہ زوال نے اس کی جڑوں کو کھلا کر دیا ہے۔ تاریخ کے کسی بھی حصے میں تشدد کو زیادہ مضر نصیب نہ ہوئی۔“

سازش آٹھ بج چکے تھے۔ مرشد صاحب نے کسی اور صاحب کو یہ وقت دیا ہوا تھا۔ ہادلو خواستہ تھا۔ اجازت ملی اور فلور وڈ کی تاریکیوں میں گم ہو گیا۔ میرے کانوں میں مرشد صاحب کے وہ الفاظ بار بار ابھر رہے تھے جو انھوں نے اپنے ملازم کو اجازت دیتے وقت کہے تھے: ”خدا حافظ! اچھے خاندان میں اچھی روایات قائم ہوتی ہیں اور اچھے ماحول میں بے ہوشی افراد اچھے کام کر جاتے ہیں جب کبھی مرشد صاحب کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے، تو میں یقین اور امید کا پیکر بن جاتا ہوں میرا بچھا ہوا دل شکستگی حاصل کر لیتا ہے اور زندگی کو اگلی نصب العین کے لئے وقف کر دینے کا عزم کر دیتا ہے۔“

مرشد صاحب کا یہ عطیہ میں اپنی قوم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ دیکھنے کتنے راہزبان شوق اسے لینے کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔

دفتری خط و کتابت میں اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولنے (شیخ تجلی)

(بشارت المسیرہ لامل پور)

قادیانیت کی جھلکیاں

”قادیانیت“ کی یادگوار کارخ اگرچہ تقسیم ہند کے بعد پاکستان کی طرف مڑ گیا ہے اور وہی اس کا نام و مستقر ہے لیکن ہمارے پاس بھی اس سے متعلق سوالات و فتاویٰ آتے ہیں۔ اگر یہ سوالات جوابی خط کے ذریعہ کئے گئے تو ہم نے ڈاک سے ٹھکر سا جواب دیا یا لیکن اگر انہیں سنجلی کی ڈاک میں شائع کرنے کے لئے بھیجا گیا تو ہم نے انہیں رد ہی کر دیا۔

ردی کرنے کی وجہ یہ رہی کہ وہ سر سے مذاہب، مشلاہودیت، نصرانیت اور ہندو مت وغیرہ پر بحثیں کرنا ہمارا میدان نہیں ہے اور ہم نے اپنی طور پر خود کو ملت مسلمہ ہی کی اصلاح اور دین و مشرکوت کے داخلی مسائل تک محدود کر رکھا ہے۔ ایسی صورت میں قدرتا اور لہجہ میں اس ”قادیانیت“ سے دل چسپی نہیں ہونی چاہئے جو بلاشبہ شک ایک مستقل دین ہے اور اس کے لئے دائرہ امت مسلمہ سے جدا ایک امت ہے۔ ان کا معاملہ بدعتیوں اور مغرب زدوں جیسا نہیں بلکہ کھلے غیر مسلموں جیسا ہے ان سے جھڑا کھینٹ بنیادی اور اصولی نزاع ہے۔ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ سادہ ہیں تو پھر ہم مسلمان نہیں ہیں۔ اسلام کوئی نسلی، نسبی اور قومی مذہب نہیں وہ تو خاص نظر پاتی دین ہے۔ ان نظریات کی پوری عمارت و مسالمت محمدی پر قائم ہے حتیٰ کہ توحید بھی کوئی چیز نہیں اگر اس کے ٹوک پلک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق درست نہ کئے گئے ہوں ایسا صورت میں وہ لوگ مسلمان کیسے ہو سکتے ہیں جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا وجود تسلیم کرتے ہوں۔ ہمیں معلوم ہے کہ تادیب حضرات مرزا غلام احمد کی فتویٰ تو بد مذہب طرح طرح کی تادیبیں کرتے ہیں اور طغیت اور بوزیت جیسی لائسنس حاصلات کی آڑ لیکر مسلمانوں کے ان احساسات کو دبا جاتے ہیں جو محمدی نبی کی خاصیت پر حرف آنا دیکھ کر بجا طور پر ان کے سینوں میں پھیل چکے ہیں۔ لیکن میں یہ بھی معلوم ہے کہ تادیب و توجیہ کی یہ کوششیں خالصتاً ابن الوفاق کے درجے کی چیز ہیں اور اپنے جوت و رسالت کے بارے میں جتنا کچھ مرزا غلام احمد خود اپنے قلم سے اپنی کتابوں میں لکھ گئے ہیں اس کا مشر حشر بھی ان کے کفر و نفاق کے اثبات میں ناکافی تھا۔ چہ جائیکہ ان کی اس کا فرقہ و روش کا ذکر کیجا جائے جو انہوں نے بعض جلیل القدر پیغمبروں کی شان میں کھلی گستاخیاں اور ہرزہ بنائیاں کرنے کی صورت میں اختیار کی تھی۔ اور اس کا مصدق ثبوت آج بھی ان کی کتابوں کی صورت میں موجود ہے۔

قادیانیوں کا مسلمانوں سے جدا ایک ملت ہونا اتنا ظاہر و باہر ہے کہ اس میں شک یا تردید لوگ کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے اس ملت کے مشہور جناب مرزا غلام احمد کی تعریف نہیں دیکھی ہیں اور ان کی امت کے عقائد نہیں جاننے ہیں یا پھر جنہوں نے مستقل پن کو رواداری اور بے محبتی کو فراخ نظری تصور کر رکھا ہے ایسا کوئی ذکا ہوش قادیانیوں کو مسلمانوں

ہی کا ایک فرقہ مانسنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ جسے اللہ نے یہ شعور دیا ہو کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ تھوڑے مومن اللہ کو کیوں کھڑے کیا۔ لازم بنایا گیا اور محمد ہی پر ہر طرح کی نبوت و رسالت کے خاتمہ تکلی کا عقیدہ کس نے اور ہم کے اور ان کا وہ بنیادی پتھر قرار پا ما جس کے بغیر یہ ایوان اپنے پیروں پر کھڑا رہ ہی نہیں سکتا۔ ہم بھر ایک بار پورے جہر اور صداقت کے ساتھ اس بات کو دہرائے ہیں کہ "لو حیدر" بھی انسان کو الزام کفر سے بچا نہیں سکتی اگر یہ ٹھیک ٹھیک وہ تو حیدر نہ ہو جس کی تعلیم اللہ کے رسول نے دی ہے یہاں تک کہ خدا اور قرآن کو مانسنے والا بھی ٹھیک اسی طرح کا فرد مرتد ہے جیسے ان کا کرنے والا۔ اگر وہ محمدؐ کی رسالت اور خاتمیت پر ایمان نہیں رکھتا پھر یہ بھی منہ سمیٹنے کہ اللہ اور رسول پر ایمان کا دعویٰ کرنے والا بھی ضروری نہیں کہ مسلمان ہی ہو اگر وہ اللہ کے دوسرے پیغمبروں کی وہ عزت نہیں کرتا جس کی قرآن نے تلقین کی ہے۔ قرآن حضرت عیسیٰ کی جلالت شان سے معذور ہے مگر مرزا غلام احمد قادیانی بلاتامل ان کی تذلیل و تضحیک کرتے ہیں۔ یہی تہا جرم اس بات کا کافی وافی ثبوت ہے کہ قرآن پر ایمان کا دعویٰ کرنے میں وہ سچے نہیں۔ مگر اس ایک ثبوت کو کیا کہتے ہیں ان کے یہاں تو غول در غول ایسے تحریری عجائبات موجود ہیں کہ جن کا صدور کسی مومن و مسلم کے فہم سے ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ کامل طور پر فاطمہ اعظمی نہ ہو جائے یا پھر وہ منافق ہو جس کا مشن ہی یہ ہو کہ اسلام کے نظریاتی تلحوں میں شکاف ڈالے جائیں۔

انقصاً، قادیانیوں سے ہمارے حرب نظر کی وجہ یہی رہی ہے کہ ہم انھیں دائرۃ اسلام سے باہر کی ایک جماعت تصور کرتے ہیں اور حقیقت میں خود قادیانی ہی اپنی جداگانہ حیثیت کے علمبردار ہیں جس کا واضح اعتراف و اعلان ان کی اور ان کے "نبی" کی تحریروں میں ایک سے زائد جگہ موجود ہے۔ اس کے باوجود ہمارا جی چاہا کہ ناظرین بخلی کو ایک مھلک سی اس امت کی ضرور دکھلائیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ کامل بے خبری کے عالم میں کوئی سادہ لوح قادیانیت کا فریب کھا جائے۔ فریب کھانے کا امکان اس لئے اور بھی موجود ہے کہ ہمارے درمیان کچھ ایسے بزرگ پائے جاتے ہیں جو افتادہ صاحب علم، صاحب بصیرت اور جن پسند ہونے کے باوجود جاتے جس حیرت انگیز اختلال فکر کے تحت قادیانیت سے حسن ظن کی روشنی رکھتے ہیں اور ذرا سا موقع ملے پر ان کا پاکیزہ قلم قادیانیت کی فتنہ کار اندھ دھ اور سر ظفر اللہ جیسے "ایمان و اکابر" کی توصیف و تعریف پھاڑتا ہے تو صیغہ و تحسین کا فرق بھی بڑی نہیں بھرتا کہ وہ مناسب حدود میں ہو۔ گونا گوں خوبیاں کا فروں میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن تو صیغہ ایسے ہی انداز میں ہونی چاہئے کہ کفر کی حوصلہ افزائی نہ ہو۔ سر ظفر اللہ اور بعض دوسرے قادیانیوں کی تو صیغہ ایسے انداز میں کرتا جس سے قادیانیت کی شان امتیازی نمایاں ہو اور قادیانی مبلغین اسلام کے خدمت گزار ہونے لگیں ایسا ہی ہے جیسے خرد شریف کی تعریف اس انداز میں کرتا جس سے کمیونزم کے فلسفے کی برتری اور انسانیت کا اثبات و اظہار ہوتا ہو۔ ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس رواداری، فراخ نظری اور وسیع قلبی سے جو تعریف و ثبوت میں نقیب لگانے والوں کو بھی "امت محمدی" میں شامل رکھنے کا درس دے اور جس کا مزاج اللہ کے رفیع الشان پیغمبروں کی اہانت کرنے والوں سے حسین ملن کا متعلیٰ ہو۔ سَرَّ بِنَا لَا تَرْزُقُ قُلُوبَنَا بَعْدَ مَا كُنَّا نَسْتَنَافُ۔

عامر عثمانی

حیات مسیح علیہ السلام کا منکر کا فس ہے

وائس چانسلمرمدینہ یونیورسٹی کا اہم ترین فتویٰ

نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جب اس امت سے بصراحت وعدہ فرمایا کہ عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام اس امت میں نازل ہوں گے تو ایک مومن کے لئے اب اس کرید کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا کہ وہ آئیں گے کیسے اور کہاں سے؟

جو مسلم اپنے رب کو ہر چیز پر قادر، مردوں کو زندہ کرنے والا اور زندوں کو موت سے ہم کنار کرنے والا تسلیم کرتا ہے وہ جس طرح چاہے جسے پسند فرمائے، جس طرح اس کی حکمت تقاضا کرے اپنے رب کو پورا کرے گا اور مسیح ابن مریم علیہ السلام کو اس امت میں نازل فرماوے گا۔

اس باب میں دیکھنے کی بات صرف یہی تھی کہ کیا، وعدہ یہی ہوا ہے کہ مسیح ابن مریم نازل ہوں گے یا کسی دوسرے شخص کے نزول کا وعدہ فرمایا گیا ہے، جب ہم اس نقطہ نظر سے سید العرب و العجم آیا تھا تو وہاں تھا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہر قسم کے ابہام کو رفع کرنے والے فرمودات سامنے آتے ہیں مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد۔

الانبياء اخرۃ اهل الیوم واحد و امہا
مشقی و انا اول الناس بعیسی ابن مریم لانتہ لہر یکن
بیٹی بیٹہ نبی و انتہ نامہ ل۔ الحدیث۔ (مسند احمد ج ۲)

قادیانی منہجی نے جو الجھاؤ اسلامی عقائد و مسائل میں پیدا کیا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ بعض وہ مسائل جو سلف میں غیر تنازعہ فیہ تھے اور اسی وجہ سے ان پر تفصیلی بحث و تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی تھی مرزا غلام احمد نے بتکرارہ اعدادہ ان مسائل کا ذکر کیا اور ان مسائل کے مطلوبہ مفہوم بتاتے کرنے کے لئے اس بے رحمی سے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے استدلال کیا کہ ایمان و اخلاق دونوں کا دیوالہ ہی ٹل گیا جن مسائل کو قادیانی متعلق نے اپنا خصوصی ہدف بنایا ہے ان میں ختم نبوت اور نزول مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مسئلہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے

ختم نبوت کے بارے میں تو اس وقت ہمیں کچھ عرض نہیں کرنا ہے البتہ نزول مسیح ابن مریم علیہ السلام کے مسئلے میں صرف اس قدر گزارش ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنی انجمنی ہوئی متعلق اور تکرار و ارادہ کی خصوصی مشق سے کام لے کر نزول مسیح علیہ السلام کے مسئلے کی ایک فرع، حیات مسیح علیہ السلام کو اصل مسئلہ قرار دیا، درانحالیکہ حقیقت اس کے برعکس یوں تھی کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی اس موضوع پر ارشاد فرمایا، نزول مسیح ابن مریم ہی کا ذکر فرمایا، کسی بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام کا لفظ آیت کی زبان مبارک پر نہیں آیا اور بات بھی واضح تھی کہ اللہ

غلام احمد ابن مریم ہونے کا یہ نیا فارمولہ کہ پہلے میں مریم بنا پھر استعارے کے طور پر مجھے حمل ہوا، عمل کے آخر میں درود کی شدت لاحق ہوئی، اس پر ”مہن المذک جرح الخلق“ کا اہام ہوا، اس عمل سے میں خود ہی تولد ہوا اور اس کے بعد میں حاملہ مریم کا بیٹا عیسیٰ قرار پایا۔

الجہاد کا ایک پہلو یہ تھا اور دوسرا پہلو یہ کہ مرزا غلام احمد شروع میں حیات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے ساہا سال تک لکھتے اور مانتے رہے کہ مسیح ابن مریم وجود عنقریب آسمان سے نازل ہو گئے، اس کے بعد ”میشیل مسیح“ ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ بھی کہا، ممکن ہے احادیث کے ظاہری مفہوم کے مطابق عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں۔

آگے چل کر حیات مسیح سے انکار کیا، پھر نزول مسیح کے معنی ولادت مسیح کو اور ولادت کا وہ فلسفہ پیش کیا جو ابھی نقل کیا گیا ہے اور آخر میں سارا ذرا اس پر حرف کر دیا گیا کہ حیات مسیح کا عقیدہ مشرک کا ہے۔

ہر چند کہ پہلے مجھ کو آج بھی اہل حق کی تاثر تو جرم مسئلہ ”نزول مسیح ابن مریم“ پر ہرگز متکرر ہونا چاہیے اور حیات مسیح کو موضوع بحث نہیں بنانا چاہیے۔ تاہم جو کچھ فرمایا فی امت کے الٰہ الخصال مناظرین اس موضوع کو سر نہرست رکھنے پر اصرار کیا کرتے ہیں اور بعض اوقات یہ شرارۃ علمائے دین کے بارے میں یہ بہرہ بیگینہ بھی شروع کرتے ہیں کہ علماء بتدریج مسیح کے منکر ہوتے جا رہے ہیں، اس لئے کبھی کبھی حیات مسیح پر اظہار خیال ناگزیر ہو جاتا ہے۔

اسی قسم کی ضرورت کے پیش نظر، اس سال حج کے موقع پر، مولانا منظور احمد صدقہ مدرس جامعہ عربیہ چیمپوٹ نے حرمین کے شیوخ سے ایک استفادہ کے ذریعہ حیات مسیح پر ان کی رائے طلب کی، اس استفادہ کے جواب میں بعض اکابر شیوخ حرمین کے چو فتاویٰ مولانا محمد منظور صاحب کو صفر حج سے واپسی تک موصول ہوئے ان میں سر نہرست وہ فتویٰ ہے جو تجد و حجاز اور حرمین کے سب سے بڑے جری، شجاع، حامی حق اور صاحب عزیمت شیخ عبدالعزیز ابن باز مدنیہ نے رقم فرمایا اور اس پر

”تمام انبیاء بابت شریک عیسائیوں کی طرح ہیں کہ والد ان سب کا ایک اور نہیں علیحدہ علیحدہ ہوں اور میں عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہوں، اس لئے کہ ایک تو میرے اور ان کے باہر کوئی نجی مبعوث نہیں ہوا۔ اور دوسرے یہ کہ وہی نازل ہونے والے ہیں؟“

دوسری صراحت لیلیۃ المعراج کے ضمن میں آئی، فرمایا جس رات مجھے سیر کرانی گئی، میری ملاقات، ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی تو قیامت کا ذکر شروع ہو گیا، ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام کی جانب بات لائی تو انھوں نے لا اظہار کا اظہار کیا، اس پر فرمودہ ”الامر الی عیسیٰ فقال اھا وحببتھا فلا یحلم بھا احد الا الذلہ تخالی ذالہ و فیما عمدا الی ربی عن رسول ات الہی الخارج قال وہی قضیبان فاذا رانی ذر ب کما ینذی ذی لہ صاں (مسند احمد)

”سب نے بات کا رخ عیسیٰ علیہ السلام کی جانب پھیرا تو انھوں نے کہا جہاں تک قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا تعلق ہے، اسے تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، البتہ مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہاں ظاہر ہوگا۔ تو میرے ساتھ دو شاخیں ہوں گی، جو ہنی دھالی مجھے دیکھے گا، وہ جیسے کہ طرح پگھلنا شروع ہو جائے گا۔“

اسان رسالت سے صادر شدہ ان تصریحات کے بعد کسی قلب مسلم میں تردد پیدا نہیں ہو سکتا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کہاں سے اور کیسے نازل ہوں گے، جس زبان سے صادر ہونے والے ہر جملے کی ضحافت خود منزل قرآن، خدا نے دوا لجلال نے دکھا ہوا اور اس کے وہی ہونے پر قرآن ناطق ہو جبکہ وہ تمہیں کے ساتھ فرما رہے ہیں کہ وہی عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے جو مجھ سے پہلے ہو گئے ہیں اور جن کے بعد میرے مبعوث ہونے تک کوئی پیغمبر نہیں آیا۔ تو کسی مسلمان کے لئے مزید تحقیق و تفتیش کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، تاویاتی متنبی نے اس مسئلے کو بہت ہی طرح الجھایا، عیسیٰ اور مسیح سے مراد

گئے۔ اور نہ ہی سولی پر چڑھائے گئے ہیں اور وہ آخر کار مانہ میں نازل ہوں گے اس وقت وہ دجال کو قتل کریں گے صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے وہ جو یہ کو ختم کر دیں گے اور اسلام کے سوا کوئی بات قبول نہ کریں گے یہ بھی ثابت ہے ان کا یہ نزول قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

ان امور پر تمام محدثین علیہ السلام کا اجماع ہے۔ ہاں علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ قرآن مجید کی آیت **رَاٰ ذٰلِكَ نَا اِلٰهًا يَخْتَصِمِيْ رَاٰ نِيْ مَتَوَّجِهِيْكَ وَاٰرَاٰ فِزَلِكِ رَاٰ نِيْ** میں توفیٰ کے کیا معنی ہیں اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد موت ہے کیونکہ دوسرے

دلائل سے حرف نظر کرتے ہوئے یہی معنی ظاہر معلوم ہوتے ہیں اس لئے بھی کہ قرآن مجید میں یہ لفظ تکرار کے ساتھ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ان دونوں آیات میں یہی معنی مراد ہیں۔

(۱) **قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِ الَّذِي فِيْ ذِيْكُلْ سِكْرًا اَلَا يَتَذَكَّرُ اِنَّ يَوْمًا يَكْتُوبُ سِرِّيْ اِذْ يَتَوَفَّاكُمۡ فِيْ الَّذِيْنَ كَفَرْتُمْ وَاَلَمْ تَكُنۡمُ لَهَا شٰهِدًا** (۳) ان کے علاوہ دوسری کئی آیات میں بھی توفیٰ کے معنی موت مراد ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ توفیٰ کے معنی قبض ہے۔ علامہ ابن جریر نے یہی معنی اپنی تفسیر میں سلف و اہلین کی ایک جہالت سے نقل کیا ہے اور اس معنی کو دوسرے معنی پر ترجیح دی ہے اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہو گا کہ میں تجھے عالم ارض سے قبض کر کے عالم سما پر لے جاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اسی معنی میں عرب کا محاورہ ہے **تَوَفَّيْتُ مَالِيْ مِنْ فُلَانٍ** (میں نے اس سے اپنا مال قبض لے لیا)

تیسرا قول یہ ہے کہ توفیٰ سے مراد نیند ہے کیونکہ نیند کے لئے توفیٰ کا لفظ استعمال ہوا ہے چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی عدم موت پر متعدد دلائل موجود ہیں اس لئے تمام دلائل کو جمع کرنے کے لئے اس آیت کے لفظ کو "نیند" کے معنی میں لیتا چاہئے۔ قرآن کی مندرجہ ذیل آیتوں میں توفیٰ کا معنی نیند پر

۱۔ **هٰذَا الَّذِيْ يَنْتَوِيْ قُلُوبُ النَّاسِ اَلَا يَتَذَكَّرُ**
۲۔ **وَاللّٰهُ يَنْتَوِيْ اِلَيْهِمْ سَمِعَ حٰثِرِ مَوْتِهِمْ اَلَا يَتَذَكَّرُ**

جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے شیوخ و اساتذہ نے تصدیقی دستخط فرمائے۔

واقع ہے کہ اس عظیم و اہم نونے سے قادیانیوں کے پروپیگنڈے کا بھی سدباب ہو گا۔ عامۃ المسلمین اس سے کماحقہ استفادہ کریں گے۔ (ادارہ المنبر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على عبدنا محمد وآله وصحبه ومن سار على سبيلته واهدانا لهذا الينا نور الهدى والى يوم الدين الامين

میں پاکستان سے ایک سوال بھیجا گیا ہے جس پر جناب مولانا منظور احمد صاحب صدر جامعہ عربیہ چنیوٹ مغربی پاکستان کے متوجہ ہیں۔ سوال کا متن یہ ہے۔

اس بارے میں حضرات علماء کرام کیا فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمرہ ہیں انہیں آسمان پر جب پھنکری سمیت اٹھا یا گیا ہے اور وہ قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے ان کا یہ نزول قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے اور ایسے شخص کا کیا حکم ہے جو قیامت کے قریب ان کے نزول کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ سولی پر چڑھا گئے اس سے وہ فوت تو نہیں ہوتے بلکہ ہجرت کر کے کشمیر چلے گئے جہاں وہ لوہیل عرصہ زندہ رہ کر اپنی طبیعت موت کو فوت جوئے اب وہ قیامت سے قبل نازل نہیں ہوں گے بلکہ ان کا مشیل آئے گا جس سوال کا جواب مرحمت فرما کر عسکر اللہ ماجر ہوں۔

جواب۔ **بِاِذْنِ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ**
ولا قوة الا بالله العلي العظيم

اس بات پر کتاب و سنت کے کثیر دلائل موجود ہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جب پھنکری اور روح سمیت آسمان پر اٹھائے گئے ہیں وہ نہ فوت ہوئے اور نہ قتل کئے

فِي مَتَابِعِهَا - فَيَكْمُلُهَا اَنْبِيَاً وَصَحْبًا عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَرَبِّزَ مِثْلَ
الْاٰخِرَىٰ اِلَىٰ اٰخِرِ الْكَلِمَاتِ - اَللّٰهُ يَتْلُو

دوسرا اور تیسرا دونوں قول پہلے قول سے زیادہ راجح ہیں۔ بہر حال حق بات جس پر متعدد واضح دلائل اور براہین موجود ہیں وہ بچا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔ ان پر موت وارد نہیں ہوئی وہ اب زندہ آسمان پر موجود ہیں وہ آخری زمانہ میں اس زمین پر نازل ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر جو کام بیان فرمائے ہیں وہ ان سب کو سر انجام دیں گے بعد ازاں وہ اپنی طبعی موت کو ذات پائیں گے اس لئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ”توفی“ کا معنی موت لینا نہایت ضعیف اور موجود قول ہے۔ یہ باریہ خیال کہ قتل کر دئے گئے ہیں یا سولی دیئے گئے ہیں۔ قرآن کی صریح آیات سے اس کی تردید اور بطلان ثابت ہوتا ہے ایسے ہی یہ سمجھنا کہ وہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے بلکہ حیرت کر کے کشمیر چلے گئے تھے اور وہاں عرصہ دراز زندہ رہ کر اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے تھے اور وہ قیامت کو پہلے نازل نہیں ہوں گے بلکہ ان کا مثیل آئے گا۔ یہ صریح ابطالان قول ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا بہتان اور جھوٹ ہے ایسے ہی جو شخص پر دعویٰ کرتے کہ وہ آچکے ہیں اور اپنا فریضہ ادا کر چکے ہیں۔ جیسا کہ زنا غلام احمد قادیانی کا خیال ہے تو اس قول کے صریحاً کذب و افتراء ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام آج تک نازل نہیں ہوئے ہیں۔ اس بات سے معلوم ہوا کہ جو شخص یہ باطل کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا ہے یا سولی پر چڑھا یا گیا ہے۔ یا وہ حیرت کر کے کشمیر چلے گئے جہاں عرصہ دراز کی زندگی کے بعد اپنی طبعی موت سے فوت ہوئے اور آسمان پر نہیں اٹھائے گئے یا یہ کہ وہ دنیا میں آچکے ہیں یا وہ خود نہیں آئیں گے بلکہ ان کا مثیل آئے گا۔ اور یہ دعویٰ کرنا کہ آسمان سے نازل ہونے والا کوئی مسیح نہیں ہے یہ سارے خیالات اللہ پر افتراء اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے یعنی ایسا سمجھنے والا شخص اللہ اور اس کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تا قرآن نیا ہے اور وہ شخص کافر ہے۔ ایسی باتیں کرنے والے ایسے شخص سے قرآن و سنت کے دلائل واضح کرنے کے بعد توبہ کا مطالبہ کرنا ضروری ہے اگر وہ توبہ کر کے حق کی طرف رجوع کر لے تو بہتر و گرنہ اسے کفر کی حالت میں قتل کر دیا جائے۔

اس مسئلہ پر کتاب و سنت کے بکثرت واضح دلائل موجود ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا لہجہ یہ ہے وَمَا تَنزِيلُهُ وَاَمَّا صَلْوٰتُهَا وَ الْكِنْتِيبَةُ مَعْلُوْمَةٌ اِنَّ الَّذِيْنَ اِخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَعَلِيْ اَشْرٰكٌ مِّنْهُ مَا لَوْ كُنْتُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمِ الْاَنْبِيَاۡءِ اَتَّبِعْتُمْ وَاَمَّا تَنزِيْلُهَا فَيَقِيْنًا بَلْ تَرٰحِدُوْنَ اِلَيْهِ وَاَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اَرَادَ اَنْهُنَّ سَلَّوْنَ اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہی سولی دی ہے لیکن وہ ان کے لئے ہمشکل بنا دیا گیا۔ بلاشبہ جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ دلیل کے بغیر شک میں مبتلا اور ظن و تخمین کی پیروی کر رہے ہیں یقیناً انھوں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا، اللہ تعالیٰ عزیز اور حکیم ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث میں ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہو کر زمین میں عدل و انصاف کو عام کر دیں گے اور مسیح و جال کو قتل کریں گے صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیرہ کو ختم کر دیں گے اور اسلام کے سوا کوئی بات قبول نہیں کریں گے۔ یہ احادیث متواتر ہیں اور ان کی صحت قطعی ہے ان کو قبول کرنا اور ان کے مفہوم پر ایمان لانا واجب ہے اس پر تمام علماء اسلام کا اجماع ہے۔ اسی عقیدہ کو انہوں نے اپنے عقائد کی کتابوں میں بیان کیا ہے۔

ان نصوص کا سنیے انکار کرنا کہ یہ اخبار احاد ہیں جن کو قطعیت ثابت نہیں ہوتی یا ان کی یہ تاویل کرنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آخری زمانے کے لوگ روح شریعت اور مقاصد پر عمل کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کے اخلاق حسنة مثلاً محبت، رحمت شفقت وغیرہ کو اپنائیں گے یہ صریحاً باطل ہے

کہ جس اشتغال انگریزی کی بنا پر یہ پمفلٹ ضیاع کیا گیا۔ چونکہ اشتغال انگریزی اور اس سے زیادہ ناقابل برداشت باتیں ان کے لئے بجز کاٹھڑا امتیاز میں۔ اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا سارا لٹریچر بربت آجائے اور بات "ایک غلطی کا ارتکاب" سے آگے بڑھ کر "خطبہ الہامیہ" "حقیقتہ الوحی" اور "الفضل" کے اداروں تک پہنچ جائے۔

ہم قلمیاتیوں کو اس گھبراہٹ میں حق بجانب سمجھتے ہیں، اس لئے نہیں کہ انہوں نے جو اشتغال انگریز باتیں اپنی تالیفات میں لکھی ہیں، ان کے کہنے کا جواز انہیں حاصل ہے، بلکہ ان کی گھبراہٹ کو ہم اس لئے حق بجانب سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب کی یہ خصوصیت تسلیم کی جا چکی ہے کہ جب بھی کسی مصنف مزاج اور امن عام کا احترام رکھنے والی عدالت یا حکومت کے کسی غیر جانبدار کارکن نے ان تصنیفات کا جائزہ لیا ہے تو وہ ہر دماغے قاصر کو لے کر مجبور ہوا ہے کہ مرزا صاحب ایسی باتیں کہنے کے عادی ہیں جو دوسروں کے جذبات کو چیلنج کرنے اور اشتعال دلانے کے پہلو سے قابل گرفت ہوتی ہیں مرزا غلام احمد کی تصنیفات کے بارے میں یہ بات اس حد تک واضح ہے کہ انگریزی حکومت جو بلا ادنیٰ تشبیہ مرزا غلام احمد کی مرہی، محسن اور ان کی سرپرست ہی نہیں تھی بلکہ بقول مرزا غلام احمد، یہ خود اور ان کی جماعت اس گورنمنٹ کا خود کاشتہ پودا ہے، اس کے عہد میں ایک سے زائد بار انگریزی عدالت کے ججوں نے مرزا صاحب کی تحریروں کو اشتعال انگیزی اور امن عام میں خلل ڈالنے کا سبب قرار دیا اور مرزا صاحب سے متعدد بار یہ عہد لیا کہ وہ اس قسم کی طرز تحریر سے گریزاں رہیں گے اس سلسلے کی ایک دو باتیں ملاحظہ ہوں۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی وارننگ

۱۱ ستمبر ۱۸۹۷ء میں ایک عیسائی ڈاکٹر مارٹن کلارک نے مرزا غلام احمد پر تہلیل و توہین پیش گوئیوں کے ذریعے تخریب و اشتعال کا دعویٰ دائر کیا تو ایم ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور نے فیصلہ سناتے ہوئے مرزا غلام احمد کو ضمانت

طلب کرنے یا کہیں کو حوالہ نہیں کرنے کا فیصلہ تو اس بنا پر صادر نہیں کیا کہ مرزا صاحب کے اہتمامات اور پیش گوئیاں ڈیفینٹ (جسٹس ہاربر) اہاموں کی طرف دو پہلو رکھتی ہیں اور عدالت نے بر لاکھا کہ "اس میں نہ خاندانہ ہے کہ پیشگوئیاں ایسی ہوں کہ مرزا صاحب کچھ مطلب بیان کرنے ہیں اور مدعی (ڈاکٹر کلارک) کچھ اور۔ تاہم عدالت نے غیر مبہم الفاظ میں فیصلہ لکھا کہ

ہم اس موقع پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ تحریری نوٹس کے جس کو انہوں نے خود پڑھ لیا اور دستخط کر دیئے ہیں مضابطہ طور سے منبذہ کرتے ہیں کہ ان مضبوط دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوتی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اشتعال اور غصہ دلانے والے رسالے شائع کیئے ہیں، جن میں ان لوگوں کی ایذا منقول ہے جن کے مذہبی خیالات اس (مرزا غلام احمد) کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں۔

جو اثر کہ اس کی باتوں سے اس کے علم پریدوں پر ہو گا اس کی ذمہ داری ان ہی پر ہوگی۔ اور ہم انہیں (مرزا غلام احمد) کو متنبہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ زیادہ تر مباحثہ روکی کو اختیار نہ کریں گے وہ قانون کی زد سے نہیں بچ سکتے بلکہ اس کی زد کے اندر آجاتے ہیں۔

دستخط ایم ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور
۲۳ اگست ۱۸۹۷ء

مرزا غلام احمد کی اشتعال انگیزی اور ان کے قلم کی بدکامکتی اس قدر عام ہو چکی تھی کہ ان کی زندگی میں ان پر اور بھی کئی مقدمے اس نوع کے قائم کیئے گئے اور انگریزی حکومت کی کامل سرپرستی کے باوجود وہ مجبور ہوئے کہ کم از کم عدالت کے سامنے اس بات کا عہدہ اقرار کریں کہ وہ آئندہ اشتعال انگیزی اور تہلیل کی توہین و تخریب سے باز رہیں گے اور بعض اوقات تو وہ اپنی اشتعال انگیز تحریروں کے عدالت میں زیر بحث آنے کے

بعد عدالت کی گرفت سے بچنے کے لئے اس حد تک بھی رہے
 ہیں ہوئے کہ وہ یہ عہد کریں کہ کوئی ایسی پیشگوئی "اور
 الہام" سچی شائع نہیں کریں گے جس میں کسی شخص کو غضب
 الہی کی دھمکی دی گئی ہو۔

مزید پرل، قادیانی امت کے خدو خلیل اور قادیانی
 مدعیانِ نبوت کی سیرت و کردار سے بے خبر لوگوں کے لئے یہ
 بات انتہائی عجیب کا باعث ہوگی کہ مرزا صاحب نے ایک
 مقدمے میں "باقر اعجاز" پر عہد بھی کیا تھا کہ میں خدا
 سے ایسی "دیبا" کرنے سے جس میں غضب کریں گا جو کسی
 مسلمان، ہندو یا عیسائی کی ولت کے لئے ہو، گویا مرزا
 غلام احمد انجمن "شیریں بیانی" کے ہاتھوں یہاں تک
 جا جا رہے تھے کہ خلوت میں دعا اے خدا سے "اپنی"
 تک کے بارے میں انگریزی عدالت کے کہنے سے میں باقرا
 صالح عہد کریں گا کہ وہ اس قسم کی دعا کریں گے اور اس قسم کی
 دیا نہیں کرے گا۔

اسی نوع کا ایک قرار نامہ ملاحظہ ہو۔

اقرار نامہ مرزا غلام احمد

اقرار نامہ مرزا غلام احمد نادانی بمقدمہ نوچدری صاحبین
 مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ڈسٹرکٹ بمبئی
 ضلع گورداسپور رجسٹر ہار جنوری ۱۹۰۷ء بمبئی قادیانی
 نوچدری صاحبین سرکار دو لہندہ ایام مرزا غلام احمد صاحبین
 نادانیان تفصیل شاہ ضلع گورداسپور لازم الزام زبرد قادیانی
 مجموعہ ضابطہ نوچدری۔

عہد الہی اقرار نامہ

جی مرزا غلام احمد قادیانی بچھو ر خداوند تعالیٰ یا قرار
 صالح اقرار کرتا ہوں کہ منشاء
 (۱) میں ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا
 جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے طیالی کئے جا سکیں کہ کسی شخص کو
 یعنی مسلمان، پوخواہ ہندو یا عیسائی اور غیرہ، ذلت پہنچے گی یا
 مرد غضب الہی ہوگا۔

(۲) میں خدا کے پاس ایسی اپیل ڈر زیادہ درخواست کرنے
 سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو یعنی مسلمان، پوخواہ
 ہندو یا عیسائی، دغیرہ ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر
 کرنے سے کہ مورد غضب الہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی
 مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

(۳) میں کسی چیز کو الہام بتا کر شائع کرنے سے مجتنب
 رہوں گا۔ جبکہ یہ منشا ہو یا ایسا منشا کہ کھنے کی معقول وجہ
 رکھنا جو کہ نلال شخص (یعنی مسلمان، پوخواہ ہندو یا عیسائی
 وغیرہ) ذلت اٹھائے گا یا مورد غضب الہی ہوگا۔

(۴) جہاں تک میرے احاطہ تعلق میں ہے میں تمام اشخاص
 کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی
 بھائے خدا اس طریق پر عمل کریں جس طریق پر کار بند ہونے
 کا میں نے دفعہ ۱۹۰۷ء میں اقرار کیا ہے۔

العہد

مرزا غلام احمد نوچدری
 خواجہ کمال الدین بی۔ آ۔ اہل اہل
 دستخط جے ایم۔ ڈوئی، ڈسٹرکٹ بمبئی، ۲۴ جنوری ۱۹۰۷ء
 مرزا غلام احمد، ان علاقہ تہذیبات اور نادانی گرفت
 کے خوف سے کچھ عرصہ تو محتاط رہے۔ چنانچہ انہوں نے
 عدالت گورداسپور میں ایک "حلفیہ بیان" کے دوران
 کہا کہ

"میں نے مسٹر ڈوئی (ڈسٹرکٹ) کے سامنے لکھ دیا تھا کہ
 آئندہ کسی کی نسبت "موت کا الہام" شائع نہیں کروں گا،

لہذا وہ میں عرض، لیکن ہے حیرت زدہ چونکہ مرزا غلام احمد نے تو کلمہ
 نبوت کے جو ملے انبیاء علیہم السلام کی نبوتوں سے ہیں زیادہ مذکور
 ہیں اور ان کا کہنا ہے تھا کہ ایک ادنیٰ عدالت میں وہ خدا کی جانب سے نازل
 فرمودہ "الہام" کو شائع کرنے کا عہد کر رہے ہیں۔ اس پر مسٹر جے
 "حیرت" کے منصب کے ساتھ ایسا سنگدلانہ ترقیاتی کو جس کی بنیادی
 جملہ حیاتِ نبوت میں بھی نہیں ملتی، مگر ہم اس وقت، چونکہ اس عدالت میں بحث
 نہیں کر رہے اس لئے اس تفصیل میں جانا مناسب نہیں، البتہ اس شخص کو
 واقف ہوا تھا کہ کہنے میں کہ مرزا غلام احمد میں باقرا صالح، الہام پیشگوئی کئے
 تھے اور اس کے بارے میں کس حد تک سچی خبری آمد انہوں نے ان فیصلہ اور کہ

اسی نوع کا ایک قرار نامہ ملاحظہ ہو۔

جب تک کہ وہ جس کے بارے میں "الہام" ہوا ہو اور سرکٹ جسٹریٹ سے اجازت نہ لے لے ہو۔

دیکھو اور اچھی ملاحظہ منظور الہی قادیانی

لیکن مرزا غلام احمد جیسے آئمہ و صحفیات کے مطالعہ سے واضح ہو گا) اتنا ہر جہ کے مبالغہ و اشتغال مزاج، کرکٹ گنگو کے عادی اور عقیدۃ الفاظ استعمال کرنے کے خواہگر تھے، اسلئے وہ تادیر عدالتی وعدوں کے پابند نہ رہ سکے اور انہوں نے اپنی تصنیفات میں پھر سے وہی انداز بیان اختیار کر لیا جسکی بنا پر ان کے خلاف کئی مرتبہ مقدمات قائم ہو چکے تھے۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے مخالفین اب نہ التوں کی جانب رجوع نہیں کر رہے تو وہ پھر کسی رکاوٹ و مزاحمت کے آگے بڑھتے چلے گئے اور ایسے ایسے الفاظ انہوں نے اپنے مخالفین کے لئے استعمال کئے، جن کا استعمال اہل علم تو کجا، آپ ان الفاظ کو ملاحظہ فرما کر خود پیکار انہیں گے کہ کسی بھی طبقہ کے لوگ ان الفاظ کو زبان و قلم پر لانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

مرزا غلام احمد، چونکہ قادیانی امت کے مؤسس بھی ہیں اور شی بھی بنا سکتے قادیانی امت کے تمام اکابرین اور مصنفین (ایڈیٹرز و حضرات) اپنے قائد دینی کے اسوہ کے پیروکار ہیں اور نبوت آئے دن ان کے ہاں سے اہم مسئلہ کہہ کر آزار اور توہین پر مشتمل مقالات و مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں مرزا غلام احمد ان کی امت کی تحریروں میں امت مسلمہ کے اکابرین اور سید المرسلین اور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذہن و قدسیہ کی شان کے استغفاف پر مشتمل مضامین کا ایک سوچ تو ہی ہے جسے ہم نے مرزا صاحب کی طبیعت کی برکات، ان کی زور و دھمکی اور مزاج کے غیر معتدلی ہونے سے بغیر کیا ہے لیکن ان کے اس طرز تحریر کا ایک اہم باعث یہ بھی ہے کہ مرزا غلام احمد اس امر کے مدعی تھے کہ

الف۔ خدا نے جتنے انبیاء آج تک مبعوث کئے ہیں، ان سب کو جو کلمات و امتیازات الگ الگ دیئے گئے، اچھے

(مرزا کو) جیٹھ مجھوں میں سزا سے کلمات عطا کئے گئے ہیں وہ خود کہتے ہیں۔

انبیاء اگرچہ پورے عالم سے من پرناں مذکورہ کے آچھرا دست ہر جہ را جاواں : داداں جام را امراہ تمام کم نیم زانی ہر پورے یقین : ہر کہ گوید دروغ ہست لعین (روزنامہ "کائنات" ۱۹۸۵ء)

دوسرے بے شمار مقامات پر بالخصوص خطبہ الہامیہ،

حقیقتاً لاجی، تحریف حقیقت لاجی منصفہ، مالقرنی آدم و مسیح المومنین، خطبہ الہامیہ، ہر اچھی احمدیہ صحیحہ، مکتبہ، تریاق القلوب، مکتبہ، مکتبہ، مکتبہ، مرزا غلام احمد نے اپنے آپ کو ناموں کی تصریح کے ساتھ سیدنا آدم، سیدنا یوسف، سیدنا نوح، سیدنا عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام سے افضل و برتر کہا ہے۔ اور خطبہ الہامیہ میں تو یہ ادا بھی کیا ہے کہ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بعثت ہوا چوبیس ہزار سال میں ہوئی اور دوسری بعثت جو اب مرزا غلام احمد کی شکل میں چھٹے ہزار سال ہوئی۔ یہ دوسری بعثت جو قادیانی میں ہوئی یہ مکہ معظمہ والی بعثت سے زیادہ اکمل امتداد و اتقویٰ ہے۔ (خلاصہ)

قادیانی عتقی اور ان کی امت کی ایک اہم شکل

مرزا غلام احمد اور ان کی امت کی سب سے بڑی شکل یہ تھی کہ ان کے دناوی تو اس قدر بلند تھے لیکن مرزا غلام احمد سیرت و کردار اخلاقی و معاملات پر نقطہ نظر سے اس قدر بہت تھے کہ نہ صرف یہ کہ انہیں عظیم تقدسیوں (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) سے کوئی نسبت نہ تھی بلکہ وہ ان کی خداوند تقیوں تھے اور جو تک صورت حال سے آگاہ تھے وہ ان سے مسلسل سوال کر کے رہتے تھے کہ آپ کو ان عظیم الشان ہستیوں سے کیا نسبت؟ مرزا غلام احمد اس سوال کا جواب اس کے سوا کچھ نہ دے سکتے تھے کہ وہ ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پلیدی کو انجلی پستی کا حد تک لانے کی کوشش کریں، چنانچہ انہوں نے ایسی تمام کتب

ایسی ہی کی طرح اس عمل المزاج میں کمال رکھتے تھے گو الیسح کے درجہ کا لہ سے کم رہے تھے۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو نکر وہ اور قابل لغت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید توی رکھتا تھا کہ ان عجزہ غایبوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم درجہ نہ حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو پوریوں کے جسمانی اور بہت خیالات کی وجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکوز تھے باذن و حکم الہی اختیار کیا تھا۔ ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا، واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت بڑا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے وہ اپنی روحانی تاثیروں میں جو درجہ پر اثر ڈال کر نہ حالی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور کھما ہوا جاتا ہے اور امرتوں میں باطن اور نرگز کثیر نفوس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید دینی استقامتوں کے کامل طور پر یوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کارہ امتوں کا نمونہ یا کم درجہ کار یا کہ قریب قریب نام کام ہے۔

اور حضرت مسیح ابن مریم سے کم درجہ نہ تھا تو خدا تعالیٰ نے ان کی فطرت میں اس عمل کو پوریوں کے جسمانی اور بہت خیالات کی وجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکوز تھے باذن و حکم الہی اختیار کیا تھا۔ ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا، واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت بڑا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے وہ اپنی روحانی تاثیروں میں جو درجہ پر اثر ڈال کر نہ حالی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور کھما ہوا جاتا ہے اور امرتوں میں باطن اور نرگز کثیر نفوس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید دینی استقامتوں کے کامل طور پر یوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کارہ امتوں کا نمونہ یا کم درجہ کار یا کہ قریب قریب نام کام ہے۔

بلیقاہا کا ذہن خط عظیم ہر ازہ حاشیہ ۱۳۷
 ان عبارتوں میں مرزا غلام احمد کے پیشوا بننے اور اپنا استہانی اشتعال انگیز بات کو، ایک تلخ جملے میں ادا کرنے کے بعد دو چار توجیہ دوسری جانب مشغول کرنے والے جملوں کے استعمال کرنے کی مہارت نامہ کے بھر پور مظاہرہ کے باوجود ہر تار کا مرزا غلام احمد کی اس نفسیاتی کیفیت کو بے نقاب دیکھ سکتا ہے کہ انہوں نے صرف اسلئے کہ ان پر اعتراض کیا گیا تھا کہ آپ کیسے مثیل مسیح ہیں کہ مسیح علیہ السلام جیسی کئی بات بھی اپنے اندر نہیں رکھتے، ٹھیک دیا انداز بیان اختیار کر لیا جو یہود نے اختیار کیا تھا اور ہر ماہر دیکھ دیا کہ مسیح کے معجزے لہو و لیب سے کم نہیں تھے، ان کی حیثیت گو شاہ سامری کی کی تھی، مسیح ابن مریم، مسیح یزید کے نزدیک ضعیفہ بازی کیا کرتے تھے، اس مسیح یزید سے نام اولیاء اللہ نے لڑتے کی ہے، مرزا غلام احمد کو بھی اس سے شدید لغت ہے، مسیح یزید کا مر دو حالی تو ان سے مراد ہوا جاتا ہے لیکن بعض انبیاء (حضرت مسیح اور حضرت ایسح علیہما السلام) نے خدا کے حکم سے مسیح یزید کی مہارت اپنے اندر پیدا کی، مسیح علیہ السلام کی روحانی قوت اسی عمل کی وجہ سے کمزور ہو گئی اور وہ اصلاح نفوس میں ناکام ہوئے۔ اور کہ مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیوں کا وہ مفہوم غلط نکلا جو خود مسیح علیہ السلام نے بیان کیا تھا۔

فرمانے لگیا اس بارے میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہے کہ مرزا غلام احمد نے یہ سارا تانا بانا صرف اسی لئے کیا کہ وہ خدا کے فرستادوں و انبیاء علیہم السلام کو اس پستی تک لانا چاہتے تھے جہاں وہ خود کھڑے تھے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ دعویٰ تو ان لوگوں کے انساؤں سے افضل و برتر ہونے کا اور حال اتنا پرت کہ برابر کے آدمی بھی نہیں دکھا رہے ہیں۔
 (۲) اسی قسم کا ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمائیں۔
 مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا تھا کہ
 "حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر

بہر حال بجا نوروں کا بنانا یا اڑانا، یہ معجزہ ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مسی در حقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔ فضل یوسف تہذیب نکتہ جلیلتہ ما لک روزا غلام احمد جس قسم کی بے نظیر اردو لکھتے تھے وہ تو لکھتے ہی تھے خبر سے آپ کو بھی لکھتا تھے ول کی جان عزیز پیرا تھوں نے جو کم فرمایا ہے اس کا حال ہم سے نہیں کسی ایسے ول جان سے پوچھنے جو ول اب و انشاء کا مذاق سلیم رکھتا ہو۔ یہ ایک فقرہ تو نوشہ آپ کے ماست ہے اس میں آپ کو یہی پتا نہیں چل سکتا کہ لفظ "مرزا صاحب" یہاں مؤثر نہ رہا مگر پہلے مذکورہ استہلال کی پھر مؤثر کیا انداز کی طرف افغانی غنٹت ہوتے ہیں؟ - اگر ہو سکتے ہیں تو الحمد للہ ہماری معلومات میں اضافہ ہوا۔ نہیں ہوتے تو ہر چہ تھے اور لکھتے تھے میر کوئی ایک ضرور غنٹت ہوگا۔
 بلکہ اس نحوی غلطی کو غم کا سبب کہہ لیتے۔ یاہ سکتا ہے یہ غنٹت

ماری ہوئی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور رسول اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ بارہ دفعہ۔
 ایک غلطی کا ازالہ ہے
 ۵۔ مَحَمَّدٌ رَسُوْلٌ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مِنْ مَعْنٰهٖ اَشْهَادٌ عَلٰى الْكَلْبِ
 وَرَحْمَةً بِّنِيْٓنِحْرَةٍ

اس وحی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی؟ (دیکھو)
 ۵۔ "میری نبوت اور رسالت یا اعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کی رو سے" اور یہ نام بحیثیت نثار رسول جیسے ملا ہے، (دیکھو)
 ۵۔ آسمان پر ایک وجود ہے جس کا روحانی اضافہ ہے، میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطے کہ تمہارا ٹکھرا اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسخر ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں (دیکھو)

۵۔ میں بوجہ آیت واحقرین ہتھکھڑے ہوا لیکن حق پروردی طور پر ہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے نہیں برس پہلے برائین احمد یہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود فرار دیا ہے" (دیکھو)
 ۵۔ جبکہ میں پروردی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور پروردی رنگ میں تمام کائنات محمدی سے نبوت محمدی کے میرے آئینہ تلخیص میں منعکس ہیں تو پھر کون سا انگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا؟ (دیکھو)
 ۵۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا امن پر اتفاق ہے کہ پروردی دونی نہیں ہوتی۔ کیونکہ پروردی کا مقام اس مضمون کا مراد ہوتا ہے۔

من تو عظیم تو میں شہی من تن شدم تو جہاں شہی تاکس نگوید بعد از من دیگرم تو دیگر (دیکھو)
 ۵۔ مجھے پروردی صہدت نے ہی نبی اور رسول بنایا ہے۔ اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول رکھا ہے مگر پروردی صہدت میں میرا نفس درمیان میں نہیں ہے

بلکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ میں نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی، محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی، علیہ الصلوٰۃ والسلام (دیکھو)

مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ امت مسلمہ کے لئے کس قدر اشتعال انگیز ہے اور یہ کہ ایک ناپاک اور اخلاق فاضلہ سے یکسر محروم انسان کی یہ جسارت کہ وہ علی الاعلان یہ کہے کہ تیسرا جو خاتم الانبیاء اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جو آج سے چودہ سو سال قبل تشریف لائے تھے۔ ان سب باتوں کو اپنے دل میں محفوظ رکھئے اور اپنی بے بسی کا روزگار دیکھو اس وقت صرف اس پہلو پر توجہ مبذول رکھئے کہ مرزا غلام احمد نے جب اتنا بلند بانگ دعویٰ کیا تو ان سے پوچھا جاسکتا تھا کہ سید المرسلین خاتم النبیین خدا اور احادیث انفسنا صلی اللہ علیہ وسلم سے تو عظیم تر معجزات سرزد ہوئے، تمہارے دامن میں کیا ہے؟ مرزا غلام احمد کا جواب سنئے وہ اپنی کتابیا مجاز احمدی میں لکھتے ہیں :-

لہ حصف القرء المنیرات لی با حصف القرء ان المشرقان اتکرو اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو چاند کے خسوف دیگرین کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے سورج اور چاند دونوں کو گرہن لگنے لگا، اب بھی کیا تو میرے مرتبہ و مقام اللہ محمد ہونے کے دعویٰ کا انکار کرے گا؟ (انعام احمدی)
 اس مذکورہ بحث کو سامنے رکھئے کہ مرزا غلام احمد کا من یہ تھا کہ ہر بلندی کو اپنی بستی تک نیچے اتانا چاہئے تاکہ اپنے آپ کو اونچا ثابت کیا جاسکے اور دیکھئے کہ:-

الف۔ مرزا غلام احمد، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ظلم مجرہ کو کہ اللہ کے اذن سے آپ نے انجلی کے اشارے سے چاند کو وہ ٹکڑے کر دکھایا۔ انتہائی جسارت سے شق القرء کا بجائے چاند گرہن کہتا ہے، گویا چاند کو ٹکڑے نہیں ہوا، اسے گرہن لگا تھا۔

ب۔ اس جرات کا مقابلہ کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو صرف چاند کو گرہن لگا مگر میرے لئے تو چاند

تین بلند پایہ نئی کتابیں

آثار امام شافعی | اس کے استاد ابو یوسف کی تحقیق ترقی کا
استادہ کار حیکارہ و درجہ سلیس و مستقیم

ہے۔ جلد بارہ رو ہے۔

امام مالک | یہ بھی استاد ابو یوسف ہی کا کارنامہ ہے۔ امام مالک کے
سوانح اور آراء و افکار کا محققانہ تذکرہ۔

جلد دس رو ہے

آثار امام محمد و امام ابو یوسف | امام ابو حنیفہ کے دونوں
مختار و فقیر و مقنن

شاگردوں کا تفسیلی تعارف اور ان کے علوم و افکار کا مختصر بیان۔

جلد ساڑھے بارہ رو ہے

مکتبہ تجلی دیوبند۔ یو پی۔

اصول و معنی دونوں کو گہرا سمجھنا
گویا، سرور کو نہیں صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کی شان کو
بدرجہ آخرت کا خود کو نمایاں کرنے کے لئے اپنے آپ کو مغالطے
میں دوہرے معجزے کا حامل قرار دیا۔

جو حضرات قادر بانی تشریح کے مطالعہ کی معیبت سے
محظوظ ہیں، وہ ان دو کتابوں سے آسانی اس حقیقت حال
سے باخبر ہو سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اپنے مزاج کی
پے اعتمادی اور اپنے بلند بانگ و عادیہ و اعتراضات کا
جواب دینے کے لئے اس بات کو ضروری سمجھا کہ جو بھی بڑا
انسان سامنے آئے اس کی بڑائی پر ہاتھ ڈالا جائے، اسے
چھٹا ٹوک کر ثابت کیا جائے اور پھر جو مخاطب ممکن ہو دے کر
لوگوں سے باور کرایا جائے کہ مرزا غلام احمد ان سب سے
بڑے آدمی ہیں، جن کو دنیا بڑی سمجھی ہے۔

قاموس القرآن

ایک مکمل و مستند قرآنی ڈکشنری۔
جس میں تمام الفاظ قرآنی کا صحیح اورد

ترجمہ اور ان کی مکمل صرفی و نحوی تشریح۔ نیز جملہ وضاحت
طلبہ الفاظ پر سہل اور شگفتہ زبان میں جامع و مستند نوٹ لکھے
گئے ہیں۔ تالیف قرآن کے لئے ایک لاجواب تحفہ جلد نویں ہے

بیان اللسان

شائد عربی اورد ڈکشنری۔ تقریباً
تیس ہزار قدیم و جدید عربی لغات کی
مکمل و مستند تشریح مع ضروری و لغوی مباحث کے کی گئی
ہے۔ لغات قرآنیہ بھی خصوصیت سے شامل ہیں۔ ۵۶۲ صفحات
کا یہ قیمتی خزانہ جلد دس رو ہے۔

اسلام اور غربیت کی کشمکش

مولانا ابوالحسن علی
اندوی کی ایک شاہکار
کتاب۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ اسلام میں ہمارے دین اور مغربی
تکرو و تہذیب کے درمیان کسی کشمکش جاری ہے اور مسلمانوں ہی
کے ہاتھوں اسلام کو کیا کچھ پستائیاں برداشت کرنی پڑ رہی
ہیں۔ کہے مشاہدے، بیخبر تبصرے اور وسیع علم و معائنہ پر
مبنی یہ پیش بہا کتاب ضرور پڑھے۔ جلد پانچ رو ہے۔

طریقہ طلاق

طلاق سے متعلق ضروری مسائل اور
ہدایات۔ عدت کے مسائل۔ زمین و آسمان
کے اسلامی طریق کیا ہیں وغیرہ۔ ایک بہت ہی مفید عام
کتاب۔ مختصر لیکن مستند۔ صرف ۳۷ پیسے۔

ایصال ثواب

مرجوموں کو ایصال ثواب کا ٹھیک
شرعی طریق کیا ہے اور اس طریقے
میں کتنے فوائد ہیں؟ من گھڑت رسموں کے باطنی نقصان سے
بچنے اور حقیقی فائدے حاصل کرنے کے لئے اس مختصر لیکن
محققانہ کتابچے کو ضرور پڑھئے۔ قیمت صرف ۲۲ پیسے

سعید کشیدہ کاری

اعمالی سے معمولی کیڑے کو
اچھی کرٹھانی سے دگن بنایا
جاسکتا ہے۔ سعیدہ کشیدہ کاری میں پیش کئے
گئے اعلیٰ درجے کے پھول بوتوں، بیوں اور
کتبہ نہیں اس کا خصوصیت لحاظ رکھا گیا ہے کہ کرٹھنے کے
بعد زیادہ زیادہ لہرے معلوم ہوں بہترین چھپائی پراکھ کی مدد
جلد بیوں اور بیوں کے لئے ایک تحفہ۔ ساڑھے پانچ رو ہے۔

شکستہ شگفتہ

(امین اللہ شیر)

کے بدلے بیچ ڈالا اور مجھے یہ سود منظور نہیں ہے۔
 ایک مرتبہ نصر بن سہیل والی خراسان باند میں گزر رہا تھا
 کہ اس کی نظر ابو الہندی پر پڑی۔ یہ شخص اپنے خاندان کے معزز
 لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔
 نصر نے محسوس کیا کہ ابو الہندی کے منہ سے ہلکی سا گوار
 پڑا رہی ہے۔ اسے برا تعجب ہوا اور اس نے ابو الہندی سے کہا
 "افسوس، تو نے اپنی سزاؤں کو بیٹھ لگا لیا ہے؟"
 ابو الہندی نے جواب دیا۔ "اگر میری سزاؤں برقرار رہتی تو
 تو خراسان کا حاکم کیسے بن جاتا؟"

امام حسنؑ سے کسی نے پوچھا: "ایسا کیوں کر رہے ہیں کہ آپ
 کسی سائل کو مال میں نہیں لواتے، اگرچہ آپ خود فاقے کا
 رہے ہوں؟"
 آپ نے جواب دیا: "میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور مسائل جتا
 رہتا ہوں اور اس کی ذات سے ہر امید و استمداد کھتا ہوں، اسلئے
 مجھے حیا آتی ہے کہ میں خود تو سائل ہوں اور کسی دوسرے سائل
 کو مال دے دوں؟"
 آپ نے مزید منسوخ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بات میری سرشت میں ڈالی ہے کہ میں جو مال
 وہ مجھے اپنی نعمتوں سے نوازتا رہے، اس قدر میں اس مال کا غلام
 نعمتوں کو دوسرے بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے بکھیرا ہوں؟

ایک شخص اپنے دوست کے دروازے پر پہنچا اور اسے

بادشاہ کے حسب حکم، چڑھو ہری جان مہر میں بیٹھے امنوں کی
 جانچ پرکہ میں مصروف تھے ان کے قریب بہتر بادشاہ بڑے
 تھے مسجد کے ایک کونے سے ایک فقیر بے نوا ان کے پاس
 اٹھکرایا اور اللہ کے نام پر ایک درہم کا طالب ہوا۔ جوہریوں
 نے اسے دھتکار دیا اور پھر وہ اسی کونے میں جا بیٹھا۔
 جوہری اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد اٹھے اور
 مسجد سے باہر نکل گئے، لیکن غلطی سے ان کی ایک عقلی جینا
 میں پانچ سو روپے تھے، وہیں پڑی رہ گئی۔ فقیر نے دور سے
 اسے دیکھا، اپنی جگہ سے اٹھا اور عقلی کو زمین میں دبا دیا۔
 جوہریوں کو جوہری اپنی غلطی کا احساس ہوا، ان میں سے
 ایک مسجد میں داخل آیا اور فقیر سے کہنے لگا۔
 "بابا، یہاں ہم بھول کر ایک عقلی چھوڑ گئے ہیں، اس میں
 پانچ سو روپے تھے، تم نے کہیں دیکھی ہے؟"
 فقیر نے کہا: "ہاں، دیکھی ہے، پھر اس نے عقلی زمین کو
 نکالی اور جوہری کے ہاتھ میں دیدی۔"
 جوہری نے عقلی کا منہ کھولا، پچاس دینار اس میں سے
 نکالے اور فقیر کو پیش کئے، لیکن فقیر نے بڑا بے نیازی کے
 ساتھ انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا، جوہری نے تعجب سے کہا۔
 "بابا، ابھی تو تو ایک درہم کے لئے ہاتھ پھیلا رہا تھا اور
 اب پچاس دینار لینے سے انکار کرتا ہے، عجیب آدمی ہے!"
 فقیر نے اسی شان استغناء سے جواب دیا: "اس وقت
 میں فی سبیل اللہ تم سے مانگ رہا تھا اور وہ تمہاری ٹانگی ہوتی
 اب اگر تم سے کچھ ہوں مانگو گیا میں نے اپنے دین کو دنیا

میں نے کہا، مہمان۔ وہ بولی۔ مہمان کا ہمارے ہاں کیا کام، جاؤ مہرا بہت وسیع ہے۔ یہ کہہ کر اس نے منہ پھیر لیا اور کھانا کھانے میں مشغول ہو گئی۔ میں ٹیبلے سے ذرا ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس عورت کا خاوند آ گیا۔ اس کے پاس دو دھ سے بھری ہوئی مشک تھی اس نے مجھے دیکھا اور کہا، کون شخص ہے؟ میں نے کہا۔ مہمان۔

وہ بولا۔ مہمان کو خوش آمدید۔ پھر اس نے مجھے دو دھ سے بھرا ہوا پیالہ پیش کیا اور پوچھا۔ بھئی تم نے کچھ کھا یا بھی ہے؟ میں نے کہا۔ نہیں خدا۔ یہ سن کر وہ اندر گیا اور اپنی بیوی سے سخت ناراض ہوا اور کہنے لگا۔

کم صحبت، تو نے خود تو میٹ بھر لیا اور مہمان کو پوچھا تاکہ نہیں وہ بولی۔ میں مہمان کو کیا کروں۔ والہد میں اسے ہرگز کھانا نہیں کھلاؤں گی اس پر وہ نونوں میں بڑی توڑ میں بیٹھ گئی۔ جتنی کہ فرد نے بیوی کو ایک ایسی چوٹ لگائی کہ اس کا سر نہ جھکی ہو گیا، چہرہ باہر آیا۔ میری ادنیٰ کو ذرا بچا۔ آگ سیانی، گوشت ہونا خود بھی کھایا اور مجھے بھی کھلایا۔ اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم، مہمان میرے گھر میں کبھی بھوکا نہیں سو سکتا۔

چہرہ کہیں چلا گیا، تھوڑی دیر بعد واپس آیا اور اس کے ساتھ ایک بڑی خوبصورت، مضبوط اور جوان اونٹنی تھی۔ مجھے مخاطب کر کے بولا۔ اونٹنی، اپنی اونٹنی کی بجائے یہ لے لو۔ صبح اٹھ کر میں اس کی دیکھی ہوئی اونٹنی پر سوار ہوا اور چل دیا۔ دوسرے روز مجھے محل میں پھر شام ہو گئی۔ میں ایک ٹیبلے کی طرف بڑھا۔ دیکھا کہ ایک عورت اندر بیٹھی ہے۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا۔ کون ہے؟

میں نے جواب دیا۔ ایک مسافر۔ مہمان۔ اس نے کہا۔ مہمان کو خوش آمدید۔ اس نے مجھے بیٹھنے کو کہا، پھر اٹھی اور میرے سامنے بیٹھی کھانے لگی اور کہنے لگی۔ اجنبی مسافر، مجھے معذور سمجھنا اس وقت ہادی پاس اور کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

ابھی میں کھانا کھا ہی رہا تھا کہ اس کا شوہر آ بیٹھا اور بولا۔ یہ کون ہے؟

عورت نے کہا۔ ایک مہمان ہے۔ وہ کہنے لگا۔ مہمان کا ہمارے ہاں کیا کام؟ پھر بیوی سے کہنے لگا۔ میرا کھانا کہاں ہے، اس نے جواب دیا۔ وہ تو میں نے مہمان کو کھلا دیا۔ خاوند بولا۔ تجھے کس نے اجازت دی تھی کہ کھانا مہمان کو کھلائے۔ اب دونوں میں سخت جھگڑا شروع ہو گئی۔ جتنی کہ جلد ندرے بیوی کے سر پر برتن دے اور وہ لو لہان ہو گئی۔

مجھے اس واقعہ پر فوسوس ضرور ہوا، لیکن میں اپنی ہنسی بھی ضبط نہ کر سکا۔ وہ شخص میری طرف بڑھا اور کہنے لگا۔ تم کیوں ہنس رہے ہو؟ میں نے اسے کل کا واقفنا یاد دہرائے۔ کہنے لگا۔ اٹو وہ تو میری جہاں ہے اور اس کا خاوند میری بیوی کا بھائی۔

محمد بن جہم کو بعض ضروریات کے پیش نظر اپنا مکان بیچ دینا پڑا۔ وہ سعید بن اسحاق کے پڑوس میں رہتا تھا۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ مکان کے پچاس ہزار درہم لے گا۔ کچھ لوگ مکان خریدنے کے لئے اس کے پاس آئے۔ اس نے کہا۔ پچاس ہزار درہم مکان کی قیمت ہوگی، مگر یہ بتاؤ کہ سعید بن اسحاق کا پڑوس کتنے میں خریدو گے؟

خریداروں نے کہا، کبھی پڑوس بھی بچا جاتا ہے۔ ابن جہم نے کہا، جی ہاں، پڑوس کیسے نہیں بچا جائیگا؟ میں تو اس کی الگ قیمت وصول کروں گا۔ جانتے ہو یہ کس کا پڑوس ہے۔ یہ اس کا پڑوس ہے کہ اگر تم اس سے کچھ مانگو گے، تو تمہاری توقع سے بہت زیادہ نہیں دے گا، اگر چہ رہو گے، تو خود اعتماد کرے گا اور اگر اس کے ساتھ برائی سے پیش آؤ گے، تو اس کا شیوہ جن سلوک ہو گا۔

کسی نے اس گفتگو کا تذکرہ سعید سے کر دیا۔ اس نے ابن جہم کو ایک لاکھ درہم روادے کے اور پیغام بھیجا۔ برادر مکان بیچنے کی کوشش نہ کرو۔

ایک شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا اور شکایت کی، یا نبی اللہ میرے کسی پڑوسی نے میری بلیوں پر چالی میں، لیکن میں نہیں جانتا کہ چوکون ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اعلان کر دیا کہ سب لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں۔ جب لوگ مسجد میں پہنچ گئے، تو آپ نے خطبہ شروع کیا اور کہا۔

تم میں سے ایک شخص نے اپنے پڑوسی کی بلیوں پر چالی ہیں۔ اب وہ مسجد میں داخل ہوا ہے، اس حال میں کہ بلیوں کے پو اس کے سر پر موجود ہیں۔

خود ایک شخص نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ اسے پکڑو، یہ جاؤ چور ہے۔

عبداللہ بن جعفر کے لئے مکہ معظمہ گیا، اس کے ساتھ خدم وحشم کی ایک بڑی تعداد تھی۔ یہ لوگ رات کو وہاں پہنچے۔ صبح آٹھ کر عبداللہ نے مکہ کے بعض بڑوں سے کہا۔

اسے اپنی مکہ ہم نے ایک ہی رات میں تمہارے نیکوں اور خریوں کو جان لیا ہے۔

انہوں نے کہا، ایسا کیوں کر ممکن ہے؟

عبداللہ نے کہا، ہمارے ساتھ نیک لوگ بھی تھے اور بد بھی جب ہم رات کو یہاں پہنچے، تو ہمارے نیک لوگ تمہارے نیک لوگوں کے پاس چلے گئے اور ہمارے برے لوگ تمہارے برے لوگوں کے پاس چلے گئے۔

ہم نے جان لیا کہ کون نیک ہے اور کون بد۔

ایک مرتبہ عراق میں تھا پڑ گیا اور لوگوں نے اپنے گھروں کو چھوڑ کر دوسرے علاقہ کی طرف جانا شروع کر دیا۔ انہیں لوگوں میں سے ایک شخص نے جب گھر چھوڑنا چاہا تاکہ کہیں جا کر کھانے کا نہ کا بندوبست کر سکے، تو اس کی بیوی نے کہا، میں تو سفر کی صورتیں برداشت نہیں کر سکتی، لیکن تم اگر ہیں چھوڑ کر چلے گئے، تو میں تمہارے بعد کون پوچھے گا؟

خاوند نے کہا، فکر مت کرو، مجھے اپنے پڑوسی عبداللہ سے ایک ہزار روپے لینے ہیں جو اس نے ایک مرتبہ مجھ سے قرض لئے تھے۔ میں نہیں اس کے نام رقم لکھ دیتا ہوں، تم اسے یہ دلو اور واپا اور وہ تمہیں رقم دے دے گا۔

خاوند کی دعا لگی کے کچھ دن بعد بیوی اپنے پڑوسی کے پاس گئی۔ وہ اسے اپنے خاوند کی بتائی ہوئی بات سنائی، ساتھ ہی قرض بھی اسے دے دیا کہ اس میں سارا معاملہ لکھا ہوا ہے عبداللہ نے رقم کھولا، اس میں صرف لوجہ اللہ اس کے بیوی بچوں کی دلچسپی بھال کی درخواست کی گئی تھی۔

نیک ہمسائے نے کہا، اسے نیک نیت تم ٹھیک کہتی ہو، میں تمہارے خاوند کا مقروض ہوں، لیکن میں ایک مرثیہ قرض ادا نہیں کر سکتا، اس لئے تمہاری دعا لگی کرتا ہوں گا۔ تم فکر مت کرو۔

اب اپنے پڑوسی کی واپسی تک وہ یہ قرض بجا لاتا رہا۔

عشر

روح چین

نہایت دلنوازا اور شیرکیت خوشبودار دماغ کو سرور و تسکین کا احساس دینے والی۔

کافی تیز اور دیرپا ایک تولہ کا پیکنگ دس روپے۔

چھ ماہے کا پیکنگ ساڑھے پانچ روپے۔

تین ماہے تین روپے۔

ڈیڑھ ماہے ڈیڑھ روپے۔

عطر گلزار

اس کی خوشبو روح چین سے کچھ ہلکی ہے۔ بعض طبائع ہلکی اور چھٹی خوشبو دیتی ہیں۔ ان کے لئے خاص تحفہ۔

ایک تولہ آٹھ روپے۔

چھ ماہے ساڑھے چار روپے۔

تین ماہے ڈھائی روپے۔

ڈیڑھ ماہے۔ سوار روپے۔

کوئی سی بھلا ایک یا دو انہیں خلیشیاں طلب فرمائیں گے تو معمولی اک ہر صورت میں ڈیڑھ روپے صرف ہو گا۔ اگر سرور و تسکین بھی ساتھ ہی منگا میں تب بھی معمولی اک ہی رہے گا۔

دار الفیض جمانی دیوبند

مسجد سے مینار تک

فرعونوں کے بیٹے

خبریا نکل سمولی سی تھی

ناخدا کے مصر جناب کرنل عبدالناصر نے فرعون کے سلسلہ میں مظلوم ترکوں کے عوض ظالم یونانیوں کا ساتھ دینا پسند فرمایا ہے۔ یونان کے صدر جناب پارڈی میکا ریوس مصر گئے اور حضرت عبدالناصر نے دیدارِ دول فرخ راہ کئے۔ جیسے گاڑھا ساتھ تھا ہوا۔ آگھ سے آگھ اور طبیعت سے طبیعت ملی۔ دلوں کی کھیاں کھل گئیں پھر مینار نے سہمان کی کمر بستہ تپکی ڈھارس بندھائی تو صلہ فرمایا اور صاف صاف لٹکتی دی کہ ہم ترکوں کے مقابلے میں تمہارے یار غار ہیں ہماری نصرت و اعانت تمہارے ساتھ ہے، تم مجھ کو ترک کی بخش!

بتائیے اس خبر کیا ندرت تھی؟ — آخر اس دنیا میں اس کے سوا کچھ بھی کیا رہتا ہے کہ ظالموں کو داؤد ملی ہے اور مظلوموں کو آلسو پوجھنے کے لئے رومال بھی نصیب نہیں ہوتا اور آزادی اور اجتماعی زندگی کے سارے دائرے آپ کے سامنے ہیں۔ سیاست، تمدن، تجارت، ثقافت دیکھ لیجئے کہ ان سارے دائروں میں ظلم ہی کرسی نشین ہے۔ خود غرضی ہی ڈنکا بجا رہی ہے۔ مٹھا دیکھتی ہی کاسٹر جیل رہا ہے۔ اگر شاؤ فونا در آپ کہیں یہ دیکھ لیں کہ کوئی گدھا ظالم کی بجائے مظلوم کا ساتھ دینے کی حالت کو رہا ہے تو غصہ عیش کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔ ذرا اس گدھے کی دم بھی اٹھا کر دیکھئے۔ ہو سکتا ہے یہ دیکھ کر آپ دنگ نہ جائیں کہ ساتھ دینے کی وجہ مظلوم کی مظلومیت نہیں تھی بلکہ اتفاق سے اس چالاک گدھے کا ذاتی مفاد ہی مظلوم کا ساتھ دینے میں تھا۔ ظالم کا مقابلہ اس لئے نہیں کیا گیا کہ ظلم نصرت ہی کے لائق بلکہ اس لئے کیا گیا کہ مصالحت و سیاست اسی کا تقاضا

کر رہی تھی۔

غرض آج کی شاہ نزار سائنسی اور صحتی دنیا میں۔ خبر کی اہمیت نہیں کہتی کہ فلاں شخص یا گروہ یا حکومت نے ظلم کو تعاون دیا اور مظلومیت پر وادت پیسے۔ ظالم کو صلہ کھلایا اور اور مظلوم کو سہکھا تقریبی نہیں دیا۔

لیکن خدا رحم کرے ہمارے ہندو پاک کے بعض عداوے لوح اور خیال پرست دانشوروں پر انہوں نے اس خبر کو غیر سمولی اہمیت دی ہے اور اخباروں میں بڑے ڈونگ تجزیہ آمیز اور پُرسوز انشائیے سجائے ہیں۔ مثلاً ایک مدین با تدبیر نے مفصل تمہید کے بعد فرمایا۔

صدر ناصر جیسے حق پرست رہنا کو ترکی کے ساتھ اپنے

اختلافات کی سطح سے بلند ہو کر ترک اقدام کی حمایت

کرنی چاہتے تھے۔ (مدن تا تقریر راد ہندی)

مدنی پر صمت رہنا کی داؤد آپ دتے مجھے میں تو آگے

چلتا ہوں۔

ایک اور صاحبِ دل ایڈیٹر نے دل ہاتھوں میں تھا ام

اور جگر کا ہوا فائوشین بین میں بھر کر اس دردیے انداز میں

آغاز کلام کیا۔

”خبر آئی ہے۔ مگر کتنا اچھا ہونا کہ یہ خبر آئی نہ ہوئی

۔ کتنا اچھا ہونا کہ دنیا کی آنکھوں نے اس خبر کو

دیکھا نہ ہوئی اور کتنا اچھا ہونا کہ یہ خبر غلط ہوئی۔ میگر

اور بے بنیاد۔ اس خبر کو دہراتے ہوئے دل کھتا

اور سر نہایت کے بوجھ سے جھک جاتا ہے“

پھر آگے چل کر وہ حضرت اور اندوہ کے اسٹیج سے

عالم استعجاب میں بکارتے ہیں۔

یہ خبر ناصر کی ہے۔ عربوں کے ناصر کی۔ انگریزوں

سنا تھا کہ زندگی برتی گئی ہے مگر اس شان سے نہیں کہ حکومت باضابطہ اس میں شریک نہ رہی ہو۔ حکومت کا کوئی ذمہ دار ہرگز نہیں کہتا کہ ہم مسلم اقلیت کو کچلنے اور ذبح کرنے میں درندوں کے حامی ہیں۔ مگر عبدالنصر تو فریڈ کے کی چوٹ بلکہ لاڈلے سے کہ اور ریڈ لو کی چوٹ یونانیوں کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔ اس بنیادی فرق کو سمجھو اور کوئی نیا خواب دیکھنے کے لئے چھانڈو تان کر سو جاؤ۔

قومی زندگی کا دھارا

ایک فاضل مدیر نہایت کرب و اضطراب کے عالم میں کہتے ہیں۔

اکثر ایسے اور دوسرے اسی طرح مسلمانوں کو پسند و نصیحت کرتے رہتے ہیں کہ قومی زندگی کے دھارے میں ال جاؤ۔ قومی زندگی کی سرگرمیوں میں شامل ہو جاؤ وغیرہ وغیرہ۔ مگر آج کل کسے نام "ششقی" لے لے یہ نہیں بنایا کہ مسلمان کیا کریں جس سے ثابت ہو کہ وہ قومی زندگی کے دھارے میں لے ہوئے ہیں اللہ ایسا کیا جس کریں جس سے قومی سرگرمیوں میں ان کی موجودگی کا احساس واضع تر ہو۔

پھر انھوں نے نہایت تفصیل سے بتایا ہے کہ مسلمان کو کسی بھی شعبہ زندگی میں قومی زندگی سے نہیں لے پھرا جائیں یہ آپریشن کیوں دیا جاتا ہے۔ ان کا خصوصی روسے تھی شری چھا گو کی طرف ہے۔ فرمایا۔

سکاش چھا گو صاحب نے وہ ترکیب بتادی ہوئی تو مسلمان ان کا احسان زندگی بھر نہ سمجھتے ہیں۔ کام لے لے مسلمانوں پر قومی زندگی میں حصہ لینے کے دوطرفہ پوری طرح کھل جاتا۔ اور کاش چھا گو صاحب کا بیان قانون شناس کوئی ایسا نہ کہ مسلمانوں کو بھی سکاش جس پر کاربند ہونے کے بعد فسادات سے انھیں چھٹکارا ل جاتا۔۔۔۔۔

دواہ فاضل مدیر دواہ۔ آپ چاہتے ہیں شری چھا گو

بھی ویسے ہی نادان بن جائیں جسے ایک جن مٹھی سیدھی ہے ہیں۔ مٹھیں رہتے۔ شری چھا گو ایک عقلمند انسان ہیں وہ اس پوسٹ میں کو آسانی سے اتارنا پسند نہ کریں گے۔ جس کے تانے بانے میں ان کے اسلامی نام محمد علی کریم کی لاج زندگی کے مسائل لے رہی ہے۔ عاقل را اشارہ کافی است۔ آپ صاف ہی سنا چاہتے ہیں تو بندے سے پیٹھہ کہ قومی زندگی دھارے میں ہونے کا ٹھیک ٹھیک مطلب کیا ہے۔

نمبر ایک۔۔۔۔۔ آپ اکیلے اسلام کو مذہب حق کہنا پھر گئے بلکہ پورے زور سے اعلان کیجئے کہ سبھی مذاہب حق ہیں اور کار کی اصطلاح صرف مشرکین عرب کے لئے تھی جس کا اب کوئی مصداق نہیں

نمبر دو۔۔۔۔۔ آپ ایک غیر ملکی پتھر میں اتنی شد و سست دلچسپی نہ لیجئے بلکہ ہندوستانی اور تاروں پر ہی ایمان کا اقرار کیجئے۔ نمبر تین۔۔۔ حکومت اگر ملک بھر کیلئے ایک ہی پرسنل کا بنانا چاہے تو ناک بھوں نہ پڑھائیے۔ قومی تھی کے بہت ضروری سے ک نکاح و طلاق اور درانت و جہالت کے ضوابط سب کے لئے یکساں ہوں۔۔۔ جہالت سے مراد یہ ہے کہ دائرہ حیاں لڑکانی بائبل چھوڑ دیکئے۔ یا اٹھائیے تو سکھوں اصول پر لٹکائیے۔ مونیوں کم اور واڑھی زیادہ یہ ہندوستانی کلچر کے خلاف ہے۔

نمبر چار۔۔۔۔۔ اردو اردو رٹنا چھوڑ دیکئے۔ ہندی لکھی طور پر وہی دیکئے جو اب تک ایک بدلتی زبان عربی کو دیکر آئے ہیں اور اردو کے لئے صدق دل سے دیوناگری رسم اعلا قبول کر لیجئے۔

نمبر پانچ۔۔۔۔۔ اپنی لڑکانی غیر مسلموں سے پیٹھے جس کا زریں فائدہ نہ ہو گا کہ غیر مسلم اپنے لڑکے آپ کی دامادی میں دینگے۔۔۔۔۔ یہ کو ششقی ایجان ہرگز نہ لیجئے کہ کوئی غیر مسلم اپنی لڑکی بھی آپ کے گھر بطور بہو کے بھیجنا قبول کرے۔ وقت ایسا ہی ہے کہ فقط داماد قبول کر کے صبر و شکر کرتے رہیے۔

نمبر چھ۔۔۔۔۔ اپنے مدرسوں میں اکبر بادشاہ کی تاریخ التزام سے پڑھائیے اور طلباء کو سمجھائیے کہ مسلمان بادشاہ

میں اگر کوئی میر و گنڈا ہے تو فقط اگبر گذرا ہے۔

یہ میں نے پراسری سطح پر قومی زندگی کے دھارے میں بہنے کے لئے پترے اور گڑھ مقرر کئے ہیں اگر میٹرک سطح پر تصریح چاہتے ہیں تو براہ راست جن منگہ کے گرو مشری گونا گور کی کتاب ہم یا ہمارے قومیت پڑھنے جس میں انھوں نے اپنی قوم کو یہ درس دینے کے بعد کہ ہندوستان کے مسلمان اسی سلوک کے مستحق ہیں جو مشرک نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ کیا تھا۔ قومی زندگی کا مفہوم یوں بیان کیا ہے۔

”ہندوستان کے غیر ہندو باشندوں کے لئے ضروری ہے کہ یا تو وہ ہندو زبان اور تمدن کو اختیار کریں اور ہندو مذہب کو تسلیم کرنا سیکھیں اور ہندوئیس اور قلا کی عظمت کے سوا کوئی دوسرا خیال اپنے ذہن میں نہ لائیں۔ یعنی وہ بدیہی بنے رہنا ترک کر دیں اور بالکل میں ہندو قوم کی ماتحتی میں رہنے کیلئے تیار ہو جائیں اور کسی حق کا دعویٰ اور کوئی مطالبہ نہ کریں۔ ترجیح تو بڑی چیز ہے۔ ان کو شہریت کے حقوق کی امید نہ کرنا چاہئے“ (صفحہ ۵۵)

امید ہے کہ اب محترم ایڈیٹر صاحب سمجھ جائیں گے کہ شری جھاگلہ یا ہما شے انیس الرحمنی یا ایں جہانی عبدالکفیف اعظمی جب قومی زندگی کے دھارے میں بہنے کا دستخط فرماتے ہیں تو ان کا مافی الضمیر کیا ہوتا ہے۔

وصایا شریف

حزرت تو مجھے اسی روز شروع ہو گئی تھی جب چینی رو روپے میر ضروری پڑی۔ پھر جب گھوٹا اٹھا۔ روپے سن سے بیس اور بائیس پڑا یا تو طرقت بخاریں تبدیل ہو گئی بخار کے بعد سرسام کا نمبر تھا۔ اس کا آغاز اس وقت ہوا جب زرخ صبار خٹار گھوڑے کی طرح چالیس تک پہنچا۔ یعنی ایک روپے کا ایک کو آٹھ۔ سرسام کے بعد سوائے موت کے کسی کا نمبر ہوا لگتا ہے۔ پھر جس دن آٹھ ایک روپے تین آئے کل ہوا سیرا

انتقال ہو گیا۔

انتقال تو خیر نہیں ہوا مگر جس ایسا ہی ہوا جیسے آسان کے وہ بچے کھل گئے ہوں اور میری روح سیلے بھرتی ہوئی جنت کی طرف اڑی چلی جا رہی ہو۔ اس وقت ماضی کی تمام سیاہ کاریوں کی بھینٹ بن کر با دوس ذہن کے کوئی کلمہ سے نکل نکل کر یادداشت کی سطح پر آگئیں اور ظالموں نے صدرے کی تہ سے ابھرتے ہوئے نئے کی دھن پر آسیبی ناسخ شروع کر دیا۔

میں دوڑا دوڑا مرزا مجاہد علی کے حضور پہنچا اور رنرے ہوئے گلے سے عرض کیا۔ ”آپ کہا کرتے تھے کلر زچلا گیا تو آزادی کی برکت ہے گی گی جنت بن جائے گی۔ کیا یہی وہ جنت ہے؟ انہوں نے جلدی سے آہنی تجوری کا پٹ بند کیا اور کہنے لگے۔

”پریت گھبرائے ہوئے ہو۔ کیا بات ہے؟“
”آٹھ سوار روپے کلو ہو گیا ہے مرزا صاحب“
”تو پھر۔۔۔“ وہ ٹرٹرائے۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے میری بات سمجھ میں نہ آئی ہو۔
”پھر یہ کہ میرے جنازے کے ساتھ قبرستان شریف لے چلے۔“
وہ فرمائشی انداز میں ہنسنے۔

”تم بھی عزیزم عقل سے کورے ہو۔ اماں یہ کوئی تشویش کی بات ہے۔ جب ایک ملک غلامی کی گرانڈ زنجیریں توڑ کر آزادی اور ترقی کی شاہراہ عظیم پر قدم زن ہوتا ہے تو اس کا معیار زندگی بھی اونچا ہونا لازمی ہے۔“
”آپ مکالمہ بول رہے ہیں۔ قبل نوکر“
”نہیں یہ واقعہ ہے۔۔۔ حق لوگ گرانی گرانی چیتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ گرانی مبارک نال ہے جو ہمارے بلند ہوتے ہوئے معیار زندگی اور شاندار مستقبل کی اصل نشانی ہے۔ قربانی دینا سیکھو عزیزم۔ اگلی نسلوں کے لئے ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔“

”یہ آپ کی تجویزی لول رہی ہے مرزا صاحب —
 اس کا صرف ایک خانہ میرے نام کر دیجئے پھر دیکھئے
 میں کتنی شاندار تقریر کر سکتا ہوں“
 تجویزی میں کیا دھڑلے ہے۔ وہ بولے مشکل سو میں
 پچیس ہزار ہوں گے۔ میں تو بھائی بس بیٹک
 پر دستاورد کرتا ہوں۔“

میرے حلق میں ایک ردآہ کھلائی مجھے معلوم تھا
 اہوں نے دور آزادی میں کم سے کم بیس لاکھ کمائے
 ہوں گے آزادی سے پہلے ان کی ماں گھروں میں تین
 ناچنے کر روتی کھاتی تھی اور وہ خود ایک تیس روپے بیٹکے
 کے ٹرک ڈرائیور تھے۔ مگر آج وہ لکھتی تھے ان
 کی کامیاب ترین ٹھیکے داری کا سکہ دور وہ بیٹکے چل رہا تھا
 میں گردن ٹھکانے گھر لوٹ آیا۔ یہاں جوٹھے سے
 وصولیوں کی ایک بیکریٹک نہیں اٹھ رہی تھی۔ باوجود چی خانہ
 خالی تھا۔ آٹے کے خالی گشتوں میں دو تین چوسے میں کیوں لگا
 چاٹ رہے تھے۔ میں بیلنگ پر گر گیا اور حسرت بھری آنکھوں
 سے ملائیں کو دیکھنے لگا جو سٹی، گنگوڑا، راج کے منہی بھر
 سے گیہوں اور چنے کے دانے بن رہی تھی۔

”الوداع اے انیس جات الوداع“ میں نرط
 کے عالم میں گرا ہا مجھے واقعہ یہی محسوس ہو رہا تھا کہ بیج
 نمودوں سے سمٹ کر ناف تک آپہنچی ہے اور اس اور
 والا سر اٹھوڑی کی بالائی بڈی میں کھٹ کھٹ بڑھتی کی
 طرح ٹونگیں مار کر سوراخ بنانے کی کوشش کر رہے
 اس کیفیت کو حکیم صاحبان تو شاید ریاضی خلفشار سے تعبیر
 فرمائیں۔ لیکن مجھے پورا وقت ہے کہ یہ عالم نرس ہے
 اور میں عالم جاودانی کو سہارا رہا ہوں۔ دل محددے
 میں اتر جا رہا تھا اور جدہ حلق کی طرف زلف لگانے کی
 پوزیشن میں تھا۔ ایسی ناگفتنی عمام میں کچھ الہامی
 وصیتیں زبان پر بے ارادہ آگئیں ہمیں آپ بھی سنیں
 ویسے میرا خطاب ملائیں سے نہیں تھا۔ پھر کس
 سے تھا۔ یہ میں تو وہی واضح طور پر نہیں بتا سکتا میری

بند آنکھوں کے سامنے بھیجی ہوئی زرد نفا میں کھڑے پھیاری
 رقص کر رہی تھیں اور ان کے کارٹونی چہروں میں میرے
 جانے بھانے چہروں کی شباب تھیں ایک دوسرے میں
 گڈنڈ نظر آرہی تھیں مثلاً ایک کھوڑی کی ٹھوڑی باطل سینا
 تو اسی جسی تھی اور آنکھیں مولوی شہار احمد جسی ہونٹ
 سن زکس سے مشابہت تھے اور ماتھے کا ابھارا ان میں سے
 کسی کے بھی مشابہت نہیں تھا۔ ایک کٹھ پتلی کا آدھا چہرہ قطعاً
 پندت ہر دو آنکھوں کے مثل نظر آیا اور باقی آدھا شیخ
 عبداللہ جیسا تھا۔ لیکن کمال یہ تھا اس شہر تک چہرہ پر
 صوفی متاثر جیسی دارسی بھی لہراتی محسوس ہوئی۔ اسی طرح
 ایک کٹھ پتلی کا آدھا چہرہ چھٹی لگا اور آدھا ایک ایسی
 رفاضہ کاجیے میں نے نہ جانے کتنے دن ہونے پیران گہر
 کے پیٹے میں دیکھا تھا۔

اب ظاہر ہے میرا خطاب ان سب سے تھا اور کسی
 بھی نہیں تھا۔ ملائیں کی روایت کے مطابق میں نے غزوفی
 ہوئی آواز اور جھکوتے کھاتے ہوئے لہج میں کہا تھا۔
 ”میری قبر پر ایک تاج محل بنوانا۔ جس میں ایک
 دکان سستے اناج کی اور ایک ڈپو جینی کے راشن کا ضرور
 ہو۔ ان دونوں پر ایک بورڈ اس مضمون کا لکھو اور دینا
 ”مہربانی کر کے کل تشریف لائے“

تاج محل کے پہلو میں ایک گھر باؤس بھی بنوایا ہوتا
 اس میں ہمیشہ ایسی فلمیں چلائی جیسا میں جو فقط باتوں
 کے لئے تیار کی گئی ہوں۔

میری فاتحہ میں شیر مالوں پر دی جاتے وہ بازار کے
 آٹے سے نہ تیار کئے جاتیں گیہوں خرید کر خود لپسویا جاتے گیہوں
 رزٹے تو چہرہ چنانہ لے تو میری کوٹھری میں کتا بوسے کے
 پیچھے ایک پوٹھی رکھی ہے۔ اس میں کئی میرا نام ہے پوٹھی
 بہت دنوں ہونے کو تروں کی خاطر خرید تھا۔ مگر پھر اچھے
 وقت کے لئے اٹھا کر رکھ دیا۔ اس میں چنانہ ستر سو سو
 سبھی کچھ ہے

میں اپنے تمام پھر بھائیوں کو مطلع کرتا ہوں

دینی علمی و تاریخی کتابیں

ذیل کی فہرست میں کئی ہی کتابیں ایسی ہیں جو ہندوستان سے باہر کی مکتبہ میں اور سنی طبع سے انھیں فراہم کیا گیا ہے لہذا شائقین قوری توجہ فرمائیں ورنہ یہاں نہیں کہ ایک بار ختم ہوئے ہر ایک کا دوبارہ فراہم ہونا مشکل ہو جائے۔ خلک مضمین اور ایسا نام پتہ ہمیشہ صرافت سے لکھئے۔ (منبر مکتبہ تجلی)

معلیمیہ دور حکومت خانی خاں نظام الملک کی مشہور کتاب "مختب اللباب" کا اردو ترجمہ۔ چالیس سو نہیں مکمل۔

حصہ اول :- باہر سے جہانگیر تک
 حصہ دوم :- دور شاہ جہاںی
 حصہ سوم :- دور عالمگیری

حصہ چہارم :- شاہ عالم سے ناصر الدین محمد شاہ تک
تاریخ عالمگیری اس دور میں شاہ بادشاہ کے پاس سالہ اردو حکومت کی تاریخ جو قرآن لکھنے کی اجازت سے اپنا خرچ چلاتا تھا۔ اس کا مصنف محمد مستعد سانی خاں زندگی بھر قصر شاہی سے لیکر میدان کارزار تک عالمگیری کے ساتھ رہا۔ اردو ترجمہ فصیح۔ مجلد نو روپے پچتر پیسے۔

شاہ جہاں ایام السیری اور عہد اورنگ زیب جب دنیا کو جیسی عمارتیں والی زندگی کی ساتویں صدی میں گناردا تھا اور اسکی پڑھی آنکھیں اپنے جگر گوشہ کو ایک دستہ کے خون کا پیا سا دیکھ رہی تھیں جب سلطنت مغلیہ ارباب کے کہرے میں لٹی ہوئی تھی اسوقت عالمگیری کی جدید سلسل اور تاریخ جگر دار نے اس کہرے کی ایک ایک تہہ کو بارہ بارہ کر کے رکھ دیا۔ اس زمانے کا ایک سیراج ڈاکٹر فرانس بریٹر ٹری فیصل اور جامعیت کے ساتھ واقعات بیان کرتا ہے۔ اردو ترجمہ عام فہم۔ مجلد بارہ روپے۔

اقبال نامہ جہانگیری مغلیہ دور حکومت میں جہانگیر اپہیت رکھتا ہے۔ دور بار جہانگیری کے ایک اہم ترین معتمد خان غشی کی یہ تصنیف اس دور کی بڑی واضح اور دلچسپ تصویر پیش کرتی ہے۔ اردو ترجمہ سلیس و شگفتہ۔ قیمت مجلد چھ روپے

تاریخ الخلفاء خلفائے راشدین، خلفائے نبوی امیر اور خلفائے عباسیہ کی تاریخ پر مشتمل حافظ جلال الدین سیوطی کی مشہور ترین کتاب جسے اقبال الدین احمد نے بڑی خوش اسلوبی سے اردو میں منتقل کیا ہے قیمت مجلد چار روپے

سفینہ اولیاء شاہ جہاں کے بیٹے داسا شکوہ کی معروف کتاب جس میں اولیاء و القیام اور ائمہ کرام کے حالات بیان ہوئے ہیں۔ مجلد چھ روپے پچتر پیسے۔

تاریخ غرناطہ اندلس کے شہرہ آفاق شہر غرناطہ کی مورخین الخطیب کے جو طراز قلم ہے۔ یہ مسلمانوں کے ایک شاندار عہد حکومت ہی کی تاریخ نہیں ہے بلکہ ایک ندرت مند اور ایک رشک آفرین دور کی تاریخ ہے۔ اردو ترجمہ دلکش اور شگفتہ۔ جلد اول دس روپے پچتر پیسے۔ جلد دوم گیارہ روپے

سفر نامہ ابن بطوطہ یہ سفر نامہ دنیا کی مشہور ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ ایک ہاں جملہ اور چھ اشک

نورجوان ابن بطوطہ کی ہمیں مختلف سیاحت کا حیرت انگیز دلچسپ ترین اور معلومات آفرین دفتر مشہور مترجم رئیس احمد جعفری نے اسے اردو میں منتقل کیا ہے۔ جلد ہندو روپے۔

تاریخ فیروز شاہی ہندوستان کے معروف فرماں روا

دور حکومت کی داستان اسی دور کے ایک مصنف جس سبب حقیقت کے قلم سے۔ ترجمہ از مولوی محمد رضا علی طالب۔ جلد آٹھ روپے پچیس پیسے

سیاست نامہ دنیا کے اسلام کے بنیادی قانون ساز

بہترین مدیر اور دور اندیش سیاستدان نظام الملک طوسی کی یہ کتاب دنیا کی ممتاز کتابوں میں شامل ہے۔ مترجمہ شاہ حسن عطا۔ قیمت سات روپے

فتوح البلدان تیسری صدی ہجری کے مؤرخ بلاذری

کی یہ تاریخ اسلامی تاریخ کے قدیم ترین ماخذ کی حیثیت سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اردو ترجمہ از۔ سید ابوالخیر مودودی۔ قیمت ہر دو جلد مکمل جلد ہندو روپے۔

نظام الملک طوسی دنیا کے اسلام کے ایک بلند مرتبہ آئین ساز

اور مدبر کی داستان حیات۔ اس جامع اور مفصل تصنیف کی روداد پڑھنے کی چیز ہے۔ جلد بارہ روپے۔

البراکہ ایران کی قدیم عظمت کی کہانی۔ عہد عباسی کے

عظیم الشان تمدن کی تاریخ اور عباسی خلفاء کے سیاسی و انتظامی اداروں کی مکمل داستان۔ عالم اسلام کے

نامور مفکر و خالد بروہکی، یحییٰ اور جعفر بروہکی کون تھے ان دانشور زہروں کے عروج و زوال کی حیرت انگیز کہانی۔ قیمت جلد بارہ روپے

صحابیات اہل صحابی خواتین کا تذکرہ۔ سبق آموز اور دلچسپ۔

موتیہ۔ نیاز پبلیشرز۔ چھ روپے۔

تاریخ مسلمانان عالم موضوع اور اسکی اہمیت نام سے ظاہر ہے۔ اپنی قسم کی پہلی کتاب۔ دلچسپ

اور معلومات افزا۔ جلد اول پانچ روپے۔ جلد دوم چھ روپے



تخریج بخاری (اردو) بخاری میں اکثر حدیثیں مکمل آتی ہیں

کا مطلب یہ ہے کہ اس تکرار کو ختم کر کے جلد ہندویش کے لی گئی ہیں۔ اردو ترجمہ عام فہم۔ جلد آٹھ روپے۔

انتخاب صحاح ششہ (مترجم اردو) صحاح ستہ حدیث کی

جہیں سب سے زیادہ مستند مانا گیا ہے۔ ان چھ کا انتخاب آپ کے مطالعہ کی خاص چیز ہے۔ جلد پانچ روپے۔

مسلم شریف (اردو مع عربی) بخاری کے بعد دیکھیں

”مسلم ہی کا درجہ ہے۔ نہ صرف اس کا اردو ترجمہ بلکہ اس کی مشہور شیخ ”شیخ اصحاب نوذبی“ کا خلاصہ بھی شامل کتاب کے

عربی متن ساتھ ساتھ۔ چھ جلد نہیں کمال۔ اردو تالیف روپے۔

دارمی شریف (اردو) یہ بھی حدیث کا معروف مجموعہ ہے

اگر علم باہر ہے بلکہ اردو اور عربی دونوں میں لکھی گئی ہیں۔ قیمت جلد آٹھ روپے۔

مشکوٰۃ شریف (عربی و اردو) حدیث کی نگار کتابوں

میں مقبول ہے اور درسوں میں شامل درس ہے۔ تین جلدیں

جلدوں میں مکمل۔ جلد چوبیس روپے۔

مسند امام اعظم امام ابو حنیفہ کے سلسلے سے روایات

کامل کا مجموعہ۔ اردو مع عربی۔ قیمت جلد آٹھ روپے۔

سنائی شریف (اردو مع عربی) سنائی حدیث کی کتب

سے جنہیں صحاح ستہ کا معزز لقب حاصل ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مع عربی متن حاضر خدمت ہے۔ تین جلدوں میں مکمل۔ جلد تین روپے۔

حیات امام ابو حنیفہ

سب سے بڑے امام فقہ امام ابو حنیفہ کے حالات اور شہرہ آفاق عالم استاد ابو حنیفہ کا قلم۔ امام غنیمت کے فکر و تفسیر۔ فراست و دراست، سوز و گداز، علم و عمل اور اوصاف و امتیازات پر اس سے جامع اور حقیقہ کتاب کوئی نہیں ہے۔ اردو ترجمہ رواں اور شستہ۔ مجلد ہندو روپے۔

حیات امام ابن تیمیہ

یہ بھی استاد ابو حنیفہ کی کارناما ہے۔ ابن تیمیہ کا قلم و فراست کا سمندر اور جذبہ حق پرستی کا بہاڑ تھا۔ ان کے افکار و اجتہادات کا پھر پور تعارف اس کتاب میں موجود ہے۔ مجلد کی قیمت ایکسول روپے

سیرت حضرت عثمان

ادام اور مولیٰ، خلیفہ ثالث سیرت پر اردو میں پہلی ميسوط تالیف جن میں ان تمام اعتراضات کا کشانی و کانی جواب بھی دیا گیا ہے جو اس خلیفہ شہید کی ذات پر کئے جاتے رہے ہیں۔ دو حصوں میں مل۔ دس روپے

الممامون

یہ مولانا حبیبی علی معروف تالیف ہے۔ خلیفہ الممامون کے حالات میں تحقیقی مواد۔ قیمت تیرا دو روپے۔

عبدالرزاق داؤد میٹن

ہندوستان میں آخری گورنر جنرل لارڈ داؤد میٹن کے رٹن کیمبل جانشین کی شہید کتاب کا اردو ترجمہ۔ یہ کتاب غیر منقسم ہندو کے حالات پر کافی وسیع بھی گئی ہے۔ مجلد ہارڈ روپے۔

تاریخ قرآن

قرآن کیونکر لکھا گیا، کیسے پھیلا اور کن کن زمانی مراحل سے گذر کر ہم تک پہنچا۔ مولانا سید عمر ابن عبدالعزیز اس خلیفہ کی داستان جسکی خلافت زمانہ قرآن کا نمونہ سمجھا جکتے۔ ایمان افروز اور گناہ آفریں۔ مجلد تین روپے۔

تذکرہ شاہ ولی اللہ

اپنے زمانے کے امام، مفکر، محدث و تاریخ اور رہنما شاہ ولی اللہ علیہ السلام کا تذکرہ۔ ساڑھے چار روپے۔

حضرت ابو ذر غفاری

ایک عظیم المرتب صحابی ایک عاشق رسول ایک فخر کوش مجاہد ایک مرد مومن۔ ابو ذر غفاری کی سوانح حیات۔ قیمت سیرا دو روپے۔

انتار امام

امام ابو حنیفہ کے جنتہ حبشہ واقعات و احوال۔ لکھے ہوئے حوالے کی تفصیل کی نفیس چیز۔ مجلد تین روپے۔

رد بدعت

مقویۃ الایمان

شاہ اسماعیل شہید کی مشہور کتاب جو قرآن و حدیث کی روشنی میں بدعت و سنت اور شرک و توحید کا فرق بھاتی ہے۔ چار روپے دو مجلد یا پچھلے بدعت کیلئے؟ میں چار بہترین مقالے جن میں ایک مقالہ مدبر تجلی کا بھی ہے۔ نیاز فاقہ، توجیہ، جہلم اور قیوری شریعت کے تمام مشاغل عقائد مدبر علم شریعت کا محاکم قیمت مجلد تین روپے

وجد و سماع

گانا بجانا، قرآنی اور وجود حال اسلام میں کیا مقام رکھتے ہیں اور اپنے مختلف مراحل میں ان کی شرعی حیثیت کیلئے؟ اس کا جواب امام ابن تیمیہ کے صحافت نگار قلم سے۔ اردو ترجمہ جلیس۔ ایک دو روپے۔

بلاغ المبین

بدعت اور سنت، توحید اور شرک۔ ان متضاد چیزوں کے بارے میں شاہ ولی اللہ کی کیا فرماتے ہیں۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی۔ چار روپے۔

تحقیق الموحدين

یہ بھی شاہ ولی اللہ ہی کے ایک فاضل رسالہ کا ترجمہ ہے۔ واضح لفظوں میں شرک و بدعت کی نشاندہی اور تردید۔ ساڑھے

فاران کا توحید نمبر

اگر اسی کے ماہنامہ فاران کا توحید نمبر اہل سنت کے حلقوں میں اتنا مقبول ہوا کہ ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گیا۔ اب دوبارہ چھاپا گیا ہے۔ یہ بدعت و شرک کی بیخ کنی کرے۔ اسے مفصل ویدل مضامین کا

میں بہادر نمبر ہے۔ ضخیم اور صحیح۔ چار روپے دو مجلد یا پچھلے

بروزیدت حضرت مجدد اہل ثانی کے فریودات کی روشنی میں بعض ایسی بدعات کا رد جو عوام ہی میں نہیں خاص میں بھی مقبول و مروج ہوتی ہیں۔ سوار روپیہ۔

مختلف موضوعات

لغات الفقہان قرآن کے الفاظ و معانی کو براہ راست سمجھنے کی کوشش میں مدد دینے والی ایک عمدہ کتاب۔ ضخیم کتابوں کا جوڑا۔ جلد ساڑھے سات روپے

علمی کوششوں مولانا مفتی محمد رفیع کے علمی، تاریخی اور شرعی نوادرات۔ نہایت دلچسپ اور مفید۔ قیمت جلد ساڑھے سات روپے

علمائے سلف و نابینا علماء گذشتہ مملکتوں کے علماء میں دو تاریخی کتابیں۔ پہلی ۱۰۰ صفحہ کا علم میں۔ دوسری ۱۰۰ صفحہ کی۔ قیمت جلد ساڑھے سات روپے

ضبط و ولادت برتھ کنٹرول پر عقلی اور شرعی نقطہ نظر سے مفصل گفتگو۔ آج کے گراؤ پر موضوع پر بحث و فکر۔ ڈیڑھ روپیہ۔

مطالعہ اسلامیات تیرہ سو سالوں میں مختلف نوع کی علمی، سیاسی اور تہذیبی تحریکوں نے مسلمانوں کے ذہنوں پر کیا اثرات مرتب کئے۔ اسلام کو عصری تقاضوں سے کیسی کشش کرنی پڑی اور نکلنے کا یہ اس سبب موضوع پر فکر و تدبیر کی دعو۔ جلد ڈھائی روپے

الدین الیم سید مناظر احسن گیلانی کے شاندار کچھوں کا مجموعہ جو مذہب، اس کی ضرورت اور اسلام کی یکسانی پر خاص کی چیز ہے۔ سوا چار روپے۔

مسئلہ ختم نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی بیعت کا اختتام ہو گیا۔ اب نہ کوئی نئی نبی ہو سکتا ہے نہ نبی۔ اس مسئلے پر دلائل کا بہترین مجموعہ روشنی میں استدلال نے کتاب کے لئے تعلیم یافتہ حضرات کے لئے بھی جاذب توجہ بنا یا ہے۔ قیمت سوا دو روپے

فضائل علم و علماء علم اور علماء کے فضائل پر حافظ ابن کثیر نے ایک روپیہ ۷۵ پیسے۔

از التہ الخفا مختلف امور و مسائل پر شاہ ولی اللہ کی شہرہ آفاق کتاب ابدولباس میں۔ مکمل دو جلدوں میں۔ قیمت دو روپے

خیر کثیر معرفت و حقیقت کے علوم پر شاہ ولی اللہ کے بلیغ و رسعات فکر۔ اہل عربی متن بھی ترجمہ کے ساتھ ہے۔ جلد چھ روپے۔

فیوض الحرمین یہ بھی شاہ صاحب کی منتخب کتابوں میں بھی گئی ہے۔ اس میں شاہ صاحب کا مسلک تقلید بھی مفصلاً ملتا ہے۔ عربی متن ساتھ ساتھ قیمت جلد ساڑھے چار روپے۔

تھوڑی دیر اہل حق کیساتھ اسلاف کرام کے سبب آموزہ دلچسپ واقعات۔ سوار روپیہ۔

الفتن شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے ایک روح نواز رسالے کا اردو ترجمہ جس میں کرامت ولایت کی حقیقت اور زندگی کی علامات پر علم و معرفت کی روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت جلد چار روپے۔

مکاتیب ندان جیل سے مولانا مودودی، مولانا اصلاحی اور میاں طفیل احمد کے خطوط قیمت دو روپے۔

سنت خیر الانام فقہ انکار حدیث کے رد میں ایک نفیس کتاب۔ اس کے مطالعہ سے عام قارئین کو حدیث کی اقسام اور مراتب و درجات وغیرہ کے بارے میں بڑی مفید معلومات حاصل ہوتی۔ جلد چار روپے۔

تقریریں جس میں تقریر کر کے طریقے اور ڈھنگ بتلانے کیساتھ ساتھ مصنف ہر موضوع پر عمدہ تقریریں بھی پیش کی ہیں۔ بدعات کے لئے مصنف کے قلم نے لاشرکاء کا کیلے۔ غیر جلد ڈیڑھ روپیہ (جلد)۔ دو روپے

تاریخ دیوبند

حیات حافظ ابن القیم امام ابن تیمیہ کے لائق ترین شاگرد ابن قیم کی مکمل سوانح ان کے افکار و آراء اور ان کے فہم کی علمی و سیاسی تحریکات کا مفصل بیان۔ مجلد بارہ روپے۔

حضرت عمرو بن العاص امیر جلیل القدر صحابی ابن العاص کی سوانح ایک نثری تصنیف کے حقیقت نگار قلم سے۔ ترجمہ سلیس و شگفتہ۔ مجلد بارہ روپے۔

امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی اہل سنت و جماعت کی فراوانی کے اعتبار سے بے مثال بھی گئی ہیں۔ اس شاندار کتاب میں بھی یہ وصف بدرجہ اتم موجود ہے پڑھتے اور ذہنی طور پر حاصل کیجئے۔ مجلد بارہ روپے۔

حیات امام احمد ابن حنبل ابو حنیفہ کے شاگرد امام احمد ابن حنبل کی زندگی اور ان کے علم و فضل، انکار و آراء کا سیر حاصل تذکرہ۔ اردو ترجمہ لکھیں۔ مجلد نو روپے۔

حیات امام طحاوی مشہور محدث امام طحاوی کے دلچسپ حالات ایک صاحب علم کے قلم سے۔ ایک روپیہ۔

حضرت معاویہ کی سیاسی زندگی حضرت معاویہ کی مقام رفیع اور حکمت و سیاست کا ایمان افروز تذکرہ جس میں کسی بھی صحابی کا دامن داغدار نہیں ہوتا اور تاریخ کا ایک نئے اسٹیج اور لکھنؤ تکنگ کے ساتھ ملنے لائی جاتی ہیں۔ اپنی قسم کی واحد کتاب۔ مجلد دس روپے۔

القاروق مولانا شبلی نعمانی کی وہ شہرہ آفاق کتاب ہے جس میں حضرت عمر فاروق کی سیرت و سوانح پر نظر ثانی گئی ہے۔ قیمت مجلد چھ روپے۔ (۶)

موطا امام محمد یہ مجموعہ حدیث بھی صحت اول سے مجموعوں میں شمار کیا گیا ہے۔ اردو مع عربی۔ قیمت مجلد آٹھ روپے۔

کتاب زندگی امام بخاری کی مفید ترین تالیف الادب المفرد کا اردو ترجمہ۔ اس کتاب میں معیشت و تمدن، تہذیب و معاشرت، طبی و اخلاقی اور روزمرہ کی ضرورتوں سے تعلق احادیث جمع کی گئی ہیں۔ قیمت مجلد آٹھ روپے۔ یہی کتاب اگر آپ کو اردو مع عربی مطلوب ہو تو مجلد کا پانچ روپے بارہ روپے۔ یہ بھی صحاح ستہ کا ایک رکن ہے۔ ابن ماجہ (اردو و کمال) ترجمہ عام فہم۔ بارہ روپے۔

تراویح المعاد حضرت کی سیرت پر ایک مستند مفصل اور عربی کی اس عظیم کتاب تک صرف عربی دائرہ ہی کی پہنچ تھی اب اردو ترجمہ بھی حاضر ہے۔ یہ کتاب اہل علم میں بے حد توجہ اور بلند مرتبہ مانی گئی ہے۔ چار جلدوں میں مکمل۔ مجلد ۴۴ روپے۔

رحمۃ اللعالمین یہ بھی حضور ہی کی حیات طیبہ کا نقشہ ہے۔ قاضی سلیمان منصور پوری کا نام اس کی اس تالیف سے فائدہ چاہیے کہ دیا گیا ہے۔ سید احمد رضا نے انڈیا بیان ہے۔ پڑھتے اور روحانی کیف و انبساط میں کھوجتے ہیں جلدوں میں مکمل۔ میں روپے دو جلدیں پیش کیے۔

النبی الخاتم واقعات سیرت اور ان پر تبصرہ و توجہ کے اخاذ ذہین نے کیسے کیسے نکتے نکالے ہیں دیکھنے کی چیز ہے۔ تین روپے ۲۵ پیسے۔

ہمارے مفسر حضور کی سیرت کا نام قلم اور وکٹس بیان خاص خاص دینی عقائد کی تفصیل و توجیح

قیمت سوا روپیہ

محمد رسول اللہ ناول کے طرز پر لکھی ہوئی ایک سری مصنف کی دلچسپ کتاب جس میں حضور کے انقلاب آفرین کارناموں پر ایک خاص انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ پانچ روپے۔

آواگن کا تحقیقی جائزہ

آواگن سے مراد عقیدہ دلائل و شواہد کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ خود ہندو مذہب کی کتابوں کی رو سے یہ عقیدہ نہ منقولی معیار پر اور آترت ہے اور نہ منقولی معیار پر۔ غیر مسلم بھی اس کتاب کے دلائل و مباحث دیکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

عقیدہ آخرت کے عقلی دلائل

آخرت کے یقین کو دل و اسے حکم دلائل سے بھر پور کتاب جس میں زندگی بعد موت کے متعلق سو سے تمام مذاہب کے معتقدات کو دیکھتے ہوئے اسلام کے عقیدہ آخرت کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔ آواگن کے تحقیقی جائزے کے ساتھ اس کا ضرور مطالعہ کریں۔ ۲۰ پیسے

دلائل القرآن بحجاب

دیاندی اقرار و بہتان کتاب مستیارتہ پرکاش میں قرآن مجید پر جو گمراہ کن اور اشتعال انگیز اقرار و بہتان ہیں ان کی ہیں ان کے اردو جواب میں یہ مسئلہ کتابیکہ اور بے حد مقبول ہو رہی ہے۔ حصہ اول ۸۰ پیسے۔ حصہ دوم ۸۰ پیسے۔ حصہ سوم ایک روپیہ۔

انتخاب مکتوبات امام ربانی

حضرت محمد دلفانی کے مکتوبات اصلاحی لٹریچر میں انتخاب مکتوبات امام ربانی کے ہیں۔ علوم و معارف اور مواظف و نصائح کا بیش بہا گنجینہ بیسیس اردو ترجمے کی شکل میں بہت سے خصوصی اہمیت کے حامل مکتوبات بچکانے گئے ہیں۔ ساڑھے پانچ روپے

نصیحت نامہ عالم ربانی مولانا بدر عالم کا نصیحت نامہ جو مولانا کیسے بہترین ہدایات و نصائح پر مشتمل ہے۔ ۲۲ پیسے

ستیر حضرت بلالؓ - - - - - ۶۵ پیسے

ستیر حضرت ابو ایوبؓ - - - - - ۶۲ پیسے

مسلمان شوہر و بیوی - - - - - ۴۵ پیسے

اردو ماسٹر بذریعہ ہندی - - - - - ۵۰ پیسے

فتاویٰ دارالعلوم

دارالعلوم "دیوبند کے مستند فتاویٰ جو ہر طرح کے مسائل میں آپ کی دینی رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ مجموعہ گھر میں بسے تو ضرورت کے وقت کسی بھی مسئلے کے متعلق شرعی حکم و ہدایت کا علم حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ تازہ ایڈیشن عمدہ ترتیب اور اچھی طباعت کے ساتھ مکمل آٹھ حصوں میں۔ قیمت آکسیں روپے (مجلد ذرورہ جلد پچیس روپے)

مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر

اجتہاد اسلام کی ایک معروف شیک شک مفہوم اس کے شرائط اس کے حدود کیا ہیں اس علم عام لوگوں کو نہیں۔ اس کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ اجتہاد کی حقیقت اور تمام متعلقہ امور پر محققانہ گفتگو کی گئی ہے۔ قیمت مجلد تین روپے۔

مقالات امینی

اجتہاد تدریس فقہ کی ضرورت اور فقہ گرواں تدریس مقالات۔ دو روپے۔

کائنات میں انسان کا مقام

ایک علمی مقالہ کے صحیح مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔ پچاس پیسے۔

خصیۃ الطالبین

شاہ عبدالقادر جیلانی کے شہسورہ آفاق مضامین عالیہ عربی اور اس کا سلیس ترجمہ ساتھ ساتھ۔ لاجواب تحفہ۔ دو ضخیم جلدوں میں قیمت مکمل ۲۴ روپے

تفسیر سورہ نور

انہ۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سیرت و اخلاص کی سطور انمولی آسمانی ہدایات پر مشتمل سورہ نور کی بہترین تفسیر و تفسیر و تفسیر اور محققانہ قیمت مجلد چار روپے۔

کیا ہم مسلمان ہیں

شخص نوید کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ اخباروں کا مجموعہ سورہ نور کی ازلیلیت اخلاص، درد اور دلکشی کا گنجینہ۔ مجلد سوا دو روپے۔

باندیوں کا مسئلہ دالدار الثمین

جہاد میں ہاتھ آتی ہوتی صورتوں کو باندی بنا کر رکھنے کی دینی و ملی حیثیت، کتاب کے مصنف کا ایک خط اور مولانا ابوالکلام آزاد کا جواب بھی شامل ہے۔ ڈیڑھ روپیہ

تحقیق مزید

محمود احمد عاسمی کا لکھنؤ تالیف بہت ساری تاریخ مواد آپ کے غور و فکر کے لئے پیش کرتا ہے۔ صحابہ کے سلسلے میں کسی اطمینان بخش نتیجے تک پہنچنے کے لئے یہ کتاب بنیادیں بہا کرتی ہے۔ قیمت مجلد آٹھ روپے۔

فارابی

معلم تالیف حکیم ابوالنصر فارابی کے علم و فضل ان کی سوانح، کمالات، تجدید فلسفہ و منطق کے مفصل و یکس حالت۔ پوسٹے دو روپے۔

آیات بینات

تردید شیعہ میں ایک عظیم کتاب جس میں خود شیعہ مذہب کی کتابوں اور ان کے علماء کے اقوال سے صحابہ کے فضائل وغیرہ کو ثابت کیا گیا ہے۔ معرکہ کے مختلف فیہ مسائل میں بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ دو جلدوں میں کامل۔ اٹھارہ روپے

تحفہ تینا عشر

رض و شیعہ کے رد اور مسلک اہل سنت کے اثبات میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی یہ کتاب بھی زمانے میں شہور ہے مفصل مدلل اور ایمان افزہ۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

المنجد داردوی

دنیائی شہرتورین عربی لغت۔ اصلایہ عربی سے عربی میں ہے لیکن اردو دواؤں کی خاطر اس کا اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ گویا ہر عربی لفظ کا اردو اردو میں۔ ایشیا کی صیادانہ اور بہترین۔ خوب تفہیم۔ قیمت مجلد بیس روپے

فاتحہ کا صحیح طریقہ

فاتحہ کے ناکیر جو رسم اختراع کرنی گئی ہیں ان کی نشاندہی اور ایسے طریقے کی توضیح جو بدعت کی نجاست سے پاک ہے۔ ساٹھ روپے۔

معیاری رسم کی دینی، علمی اور تاریخی کتابوں کیلئے ہمیشہ تحفہ ساہتہ یار رکھئے

عجبات

شاہ اسماعیل شہید کی معروف تعریف جو تصوف کے نکات و اسرار سے بحث کرتی ہے۔ ذات و صفات۔ وحدۃ الوجود۔ منازل قرب۔ طرق سلوک غیر فلک ترجمہ اردو از مولانا مسطرحسن کیلانی۔ مجلد دس روپے

آداب زیارت قبور

انگریزی بزرگ کی قبر پر حاضری چلنے جو شرک و بدعت کے اقتباہ سے پاک ہو۔ ۲۷ روپے

محمد بن عبدالوہاب

حق کی خاطر جان لٹانے والے مسلمانوں کی دہائی کا لقب بنا دیا اور عرب کے ایک دردمند مصلح محمد بن عبدالوہاب کے متعلق خوب خوب جھوٹ گھڑا تاکہ مسلمانوں میں باہمی افتراق پیدا ہو۔ اس نیشٹ کو خالص کامیابی ہوئی اور آج اچھے خاصے اہل علم ہی اس مصلح کے متعلق غلط فہمیاں میں مبتلا ہیں۔ یہ کتاب تاریخی حقائق سے پردہ اٹھا کر سچائیوں سے روشناس کرائی ہے۔ دو روپے ۷۵ پیسے

علم الی ریت

اردو داں حضرات کے لئے فن حدیث کی اہم و دقیق عربی کتابوں کا جوڑ۔ ضروری اصول و مبادیات، اصطلاحات اور قواعد و نکات کی توضیح سلیس اردو میں۔ قیمت ڈیڑھ روپے

دشمن پیغمبر

حضرت لوح سے لیکر حضرت تک و نسی سے قرآن مجید کے حالات و کالی تحقیق اور کادش سے قرآن مجید کے گئے ہیں۔ ڈھائی روپے۔

درویشی کیلئے

عوام کی نظر میں درویشوں کی بڑی وقعت ہے لیکن اسلامی نقطہ نظر سے درویشی کی حقیقت و اصلیت کیلئے عوام سے واقف ہونے کے لئے یہ کتاب پڑھئے تاکہ آپکی عقیدتیں غلط عمل میں نہ پڑیں۔

سردار اسرار

سردار اسرار و جن علی اللہ علیہ وسلم کی بھائیوں کی منور مجلسوں کے ایمان افزہ حالات جنہیں پڑھ کر دل فرح تازہ اور قلب گتہ ہوتا ہے۔ سو روپے

درخف کو روزگار میں بہت کامیابی تھی
 کہ وہ انھوں کو بہترین دوست ثابت ہوا ہے

2020



DURR-E-NAJAF



دار الفیض رحمانی دیوبند

ایک تولد پانچ بیٹے نصف تولد تین بیٹے
 علاوہ محمولہ ایک

درخف کو روزگار میں بہت کامیابی تھی کیونکہ یہ
 نگاہ کو آخر میں سرتک قائم رکھتا ہے۔

DARULFAIZ RAHMANI DEOBAND.U.P

مفہوم القرآن

ترجمہ سرتاق ایک نظم میں

مختلف مکملہ فکر کے علمائے کرام کا مصنف

● ایک صفحہ پر عربی متن، ترجمہ اور تفسیر شاہ علیہ السلام

● سات کے صفحہ پر کریمت بھیجا گیا نظم

● رنگ جہین سرور حق؛ ڈور رنگوں میں کسی بیاد عشق
ہر پارہ الگ الگ جلد میں

پارہ نمبر چھپ کر تیار ہو ● بذریعہ نئی جلد تیار کر دیے

(دعاؤ و سوالوں کا گٹھ)

شائع کردہ مولانا محمد حسین صاحب مدظلہ العالی
پتہ: شیخ پور، لاہور

شائع ہوا ہے

مضمون در نجف

○ جو تقریباً سترہ سال سے آپ کی خدمات انجام دے رہے۔

○ انکو کے اکثر امراض اور کمزوری کے لیے پیشہ پڑھے۔

○ ایک قوی شخص سے تیار کیا ہوا جس میں سچے مومنی اور دگر ترقی و سفید جواہر نال ہوں

○ پیشہ گیری مرض کے بھی استعمال کرتے رہے کہ یہ آسانی ہو تاکہ نگاہ کو قائم رکھتا ہے اور

مرض کے حملوں سے بچتا ہے۔

○ سفید و شیشی وجہات کے پائیدار نوبل میں۔

○ ایک یاد شیشی سکڑا نے پر بعض لوگوں تک ایک روپیا ڈھانے لگے ہے۔

○ ایک ساتھ تین شیشی منگوا کر پر رخوا چہرہ پاش وال ہوں یا ایک تول والی (محمول

و مصارف چھڑ دیا جاتا ہے۔

○ ایک تول والی شیشی کی قیمت پانچ روپے، اور چھ پاش والی شیشی کی قیمت تین روپے

در نجف کی تعریف کرتے ہوئے چند حضرات کے نام لکھا نظر ہوں

مولانا حسین احمد مدنی، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا قاری محمد علی صاحب

ہاشمی، دارالعلوم دیوبند، مولانا اسطوب الرحمن صاحب عثمانی، مولانا مفتی

عینی الرحمن صاحب (مدودہ المصنفین دہلی)، مولانا اسحاق صاحب

فخری، مدرس دارالعلوم، وغیرہ وغیرہ۔